UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226239
UNIVERSAL
LIBRARY

۴۸۶

فلاح دارین

یعنی

کتاب تفصیل النشاتین و تحصیل السعادتین

مصنفہ

عالم علامہ امام زمانہ ابی القاسم حسین بن محمد بن مفضل راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ
رحمۃً واسعۃً ونفعنا بعلومہ آمین

کا

اردو ترجمہ

جسے حسب ایمائے منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب مالک و اڈیٹر اخبار وکیل امرتسر

محمد حلیم انصاری ردولوی نے ترجمہ کیا۔ اور

کارپردازوں کے حسن اہتمام سے

مطبع نامی روز بازار امرتسر مین
چھپایا گیا

قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

مطبع روز بازار جنرل لا بکس ایجنسی امرتسر

قانونی امتحانون مین شریک ہونیوالے اصحاب کی حصول کامیابی مین دقت اور اردو زبان مین مشرح تو در کنار متن کتب قانونی کی قلت محسوس کر کے چند لائق وکلاء کی زیر نگرانی ۱۸۸۶ء مین اس ایجنسی کی بنیاد رکھی گئی ایجنسی کی کتابون کی خوبی اور اہل ملک کی قدر دانی کا صرف اسی امر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس عرصہ مین تقریباً تمام چھوٹی بڑی کتب معہ مشرح کئی بار چھپین اور ہاتھون ہاتھ فروخت ہو گئین۔ قانونی کتابون مین ہمیشہ تغیر و تبدل اور تنسیخ و ترمیم عمل مین آتی رہتی ہے اگر اسکے مطابق کتابون کو درست نہ کیا جائے تو وہ ردی اور ناکارہ ہین اسلئے محض خریدارون کے فائدہ کے لئے ہر سال بصرف زر کثیر و محنت بلیغ پوری ترمیم و تنسیخ مدنظر رکھکر باہزاد حواشی و شرح نئی کتابین چھاپی جاتی ہین اور اُن خریدارون کی خدمت مین جو کتابین خرید فرما کر اپنا نام نامی درج رجسٹر کرا چکے ہین ہمیشہ نئی ترمیمون کی پرچیان (چیپیان) بھیجدیجاتی ہین جس سے انکی کتابین ہر وقت مرمم رہتی ہین۔ ناظرین فہرست کتب کو دیکھکر ہماری عرقریزی اور تندہی کا خود اندازہ فرمالینگے۔ ہمین صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ اس ایجنسی کی کتابین امیدواران امتحانات اکسٹرا اسسٹنٹی۔ ڈپٹی کلکٹری منصفی تحصیلداری۔ نائب تحصیلداری۔ وکالت مختارکاری۔ انسپکٹری۔ ڈپٹی انسپکٹری۔ وغیرہ کے لئے کامیابی کا عمدہ ذریعہ ثابت ہوئی ہین مشرح کتب بلحاظ جامع اور بسیط ہونیکے قریباً تمام مختلف شروح پر حاوی ہین معہ المتن اُن کتب کا پورا اور صحیح ترجمہ ہین جو بحکم گورنمنٹ طبع کیجاتی ہین

نوٹ مفصل فہرست آدھ آنہ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک آنے پر روانہ ہوتی ہے

نیازمند مینجر مطبع روز بازار جنرل لا بکس ایجنسی امرتسر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

دیباچۂ مصنف

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط **امّا بعدُ** ابو القاسم حسین بن محمد بن مفضّل الملقب راغب اہل دل کی خدمت مین دو نشأتون (پیدائشون) کی تفصیل اور دو سعادتون (خوشحالیون) کی تحصیل کے بارہ مین کچھ عرض کرنا چاہتا ہے کیونکہ جسطرح حق جلّ وعلیٰ نے پہلی نشاۃ کا ذکر آیہ:-

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ الْاُوْلیٰ فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ط

اور بیشک تم اپنے پہلی مرتبہ پیدا کئے جانیکو جان چکے ہو پھر کیون نہین سوچتے (کہ اسیطرح قیامت مین بھی زندہ کئے جاؤ گے)

مین فرمایا ہے۔ اور دوسری نشأت کا پتہ اپنی کلام پاک:-

ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

پھر اللہ تعالیٰ از سر نو پیدا کرے گا یعنے قیامت کے دن مُردون مین جان ڈالکر انہین اُٹھائیگا۔ اسمین شک نہین کہ اللہ پاک ہر شئے پر قادر ہے۔

مین دیا ہے۔ اسی طرح دو سعادتون کا مذکور ذیل کی دو آیتون مین فرمایا ہے:-

اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ (۱) میری اُن نعمتون کو یاد کرو جو مینے تمپر کی ہین۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ (۲) اور جو لوگ بہتر حال مین ہونگے وہ جنت مین ہونگے۔

سبب تالیف اپنے صاحب کرم آقا کو سعادت دنیا و آخرت سے بہرہ ور بنانیوالی انسانیت حاصل کرنے کا شائق پاکر بنیے یہ ایک ہدایت نامہ تحریر کیا ہے جو کمال انسانیت کے حصول مین اسکا رہنما ثابت ہوگا اور اسکو کجروی اور لغزش سے بچائیگا۔ حق سبحانہ وتعالی اُسے اس سے نفع اُٹھانیکی توفیق عطا فرماکر کمالات انسانی پر حاوی۔ مدعائے انسانیت کا محافظ۔ اور اُسکے محاسن پر کماحقہٗ کاربند بنا دے۔ ع

"این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد"

انسان کا لفظ جو آجکل ہماری بولچال مین مستعمل ہے قریبًا اک ایسے مفہوم پر بولا جاتا ہے جسکا وجود فی الخارج دنیا مین کوئی نہین۔ یہ بھی ایک عنقا صفت خیالی وجود کا نام رکھ لیا گیا ہے۔ جسطرح پروردگار عالم بت پرستون کی وہم پرستی ظاہر کرنیکے لئے فرماتا ہے کہ

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط

کیا بجز اُن نامون کے جو تم نے یا تمہارے باپ دادون نے فرضی رکھہ چھوڑے ہین یہ کوئی واقعی چیزین بھی ہین؟ خدا نے تو انکی تائید مین کوئی دلیل نازل نہین کی

یا ارشاد کیا ہے:-

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا

تم خدا کو چھوڑ کر صرف اُن فرضی نامون کی پرستش کرتے ہو جو خود تمہارے ہی رکھے ہوئے ہین۔

یعنے اے بت پرستو جن بتون کو تم اپنا معبود قرار دے کر انکی پرستش کرتے ہو یہ در اصل کوئی چیز نہین ہین بلکہ تمہارے یا تمہارے باپ دادونکے من گھڑت فرضی نام ہین جو نہ تمہین کوئی فائدہ پہونچا سکتے ہین اور نہ کچھ نقصان دے سکتے ہین۔

انسان سے محض وہ حیوان مقصود نہین ہوتا جسکا قد سیدھا۔ ناخن چپڑے جلد چکنی اور صاف اور خندہ پیشانی ہو۔ بات کرنا ہو تو بیہودہ اور خواہش نفسانی کے ابھار سے سیکھنا ہو تو لغویات یا منتشر حرکات۔ علم رکھنا ہو تو صرف مادیات اور دنیا کے ظاہری امور کا۔

اور آخرت کیطرف سے بالکل غافل ہو۔ اپنے ہاتھون کتاب لکھکر اُسے خدا کیطرف سے نازل شدہ بتاتا اور چند بے حقیقت ٹکون کے بالعوض اُسے فروخت کرڈالتا ہو۔ بحث کرتا ہو تو محض بدین غرض کہ اپنی کج بحثی کے زور سے حق کو رد کرسکے اور باطل کی حمایت۔ بتون اور شیطانون پر ایمان رکھتا ہو۔ خدا کو چھوڑکر بے مصرف چیزونکی پرستش کرتا ہو۔ بری بات کہے اور فعل بد کرے۔ نماز پڑھنے مین سستی کرتا ہو۔ یاد خدا اسکے پاس ہی نہ پھٹکتی ہو۔ بلکہ اصل نماز کو بالکل بھولا ہی رہتا ہو۔ "خود را فضیحت و دیگران را نصیحت" کا مصداق ہو۔ خدا سے دعا مانگے۔ مگر دوسرون کو اسکے جلال و کبریا مین شریک کرے۔ راہ خدا مین خرچ کرتے ہوئے اسکا دل کڑہتا ہو۔ بدعات جاہلیت کو پسند اور احکام شریعت سے گریز کرتا ہو۔ اور خوش اخلاق بنتا ہو مگر صرف جھوٹی نمائش کے لئے۔ کیونکہ ایسا آدمی صورت ظاہری اور ہیئت محسوس[1] کے لحاظ سے اگرچہ ناس (آدمی) ہو۔ لیکن فی الواقعہ صورت معقولہ[2] کے اعتبار سے تو وہ ناس اور نسناس[3] کچھ بھی نہین ہوتا۔ جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین:۔

یا اشباہ الرجال ولا رجال بل ھم	بس۔ آدمیون کی صورتین دیکھ لو آدمی تو ہین نہین بلکہ
من الانس المذکورین فی قولہ تعالیٰ	یہ وہ انس ہین جنکا ذکر خدا کے اس قول مین ہوا ہے
شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ	"شریر انسان اور جن جو ایک دوسرے کو چکنی چپڑی
إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا	باتین سناتے رہنے کے سوا اور کچھ نہین جانتے"۔

بحتری شاعر نے حسن صورت سے قطع نظر کرکے اطوار ہی کی خوبی کو انسانیت کا مرادف قرار دیا ہے اور نہایت سمجھ کی اور نفا بلقدر بات کہی ہے

[1] صورت محسوسہ ہر شے کی ظاہری صورت جو خارج مین دیکھی جاتی ہے۔ [2] صورت معقولہ وہ صورت جو عقل کے ذریعہ سے معلوم کیجائے۔ [3] نسناس۔ بن باس۔

لم يبق من جل هذا الناس باقية
ينالهم الوهم الا هذه الصور

ان آدمیون کے بیشتر حصہ سے کوئی جزو ایسا نہین باقی رہا جو وہم مین آسکے مگر یہی صورتین رہگئی ہین یعنی بجز صورتونکے اوصاف انسانیت نابود ہین ۔

ایک اور شاعر کہتا ہے :۔

فَجُلُّهُمْ اِذَا فَكَّرْتَ فِيهِمْ
حَمِيْرًا وَكِلَابٌ اَوْذِئَابٌ

بیشتر آدمیون کو بغور دیکھنے سے تم اُنہین گدہے یا کتّے یا بہیڑیئے پاؤگے ۔ یعنے اخلاقی حیثیت سے وہ لایعقل محض اور درندہ جانورونکے مشابہ ہین ۔

یہ قول بہی سراسر بجا ہے ۔ ان ابیات کو شاعرانہ کلام یا مجازی بول چال خیال کرنا بیجا ہوگا ۔ کیونکہ خود اصدق القائلین جل شانہ فرماتا ہے :۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ
يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ
اَضَلُّ سَبِيْلًا ط

کیا تم سمجھتے ہو کہ انمین سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہین ؟ نہین ۔ کبہی نہین ۔ وہ چوپایہ جانورون کی طرح ۔ بلکہ اُنسے بہی زیادہ گمراہ ہین ۔

اس رسالہ مین تمام موجودات کی حالتین آئینہ کرنیکے بعد انسان کی اصلی ممتاز حالت اور اسکی قدر و منزلت عیان کیگئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اسکی ابتداء اور انتہا کیا ہے نیز اسکی آفرینش کی لِم بیان کرکے بوضاحت یہ دکھا دیا ہے کہ اگر وہ حقیقی انسانیت حاصل کرے تو اسکے واسطے دونون جہان مین کس قسم کی بہتریان امانت رکہی گئی ہین ۔ اور بتایا ہے کہ کسب انسانیت کے لئے کن طریقون پر کاربند ہونیکی ضرورت ہے ۔ تمہید مین بتایا ہے کہ پہلے انسان کو خود اپنی ذات کا علم اور معرفت نفس حاصل کرنی چاہیئے ۔ کیونکہ یہ معلوم کرلینا کہ مجہے فلان چیز کا علم حاصل کرنا واجب ہے ۔ اگرچہ اُس چیز کے علم کا پورا فائدہ نہین دیتا پھر بہی اس سے اسکے متعلق ایک طرح کی معلومات حاصل ہوجاتی ہین اور چونکہ اپنی لاعلمی سے واقف ہوجانا بہی ایک قسم کا علم ہے ۔ اسلئے ایسا شخص عالم کہلا سکیگا اور ایک گونہ فائدہ سے خالی نہ رہیگا ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین :۔

مَنْ لَمْ يَجِدْ مَسَّ نَقْصِ الْجَهْلِ فِي عَقْلِهِ وَذُلَّ الْمَعْصِيَةِ فِي قَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَبِنِ الْخَلَّةَ فِي لِسَانِهِ عِنْدَ كَلَالِ حَدِّهِ عَنْ حَدِّ خَصْمِهِ فَلَيْسَ مِمَّنْ يَنْزِعُ عَنْ دَنِيَّةٍ وَّلَا يَرْغَبُ عَنْ حَالِ مَعْجَزَةٍ وَّلَا يَكْتَرِثُ لِفَصْلِ مَا بَيْنَ حُجَّةٍ وَّشُبْهَةٍ ط	جس شخص کا یہ زعم ہو کہ اسکی عقل کو نقص جہالت نے چھوا تک نہین اور جو اپنے قلب مین گناہ کی ذلت نہ محسوس کرے اور اپنے حریف کی قوی دلیل کے بالمقابل عمدہ دلیل نہ لاسکنے کے باوجود اپنا عجز محسوس نہ کرے وہ اُن لوگون مین سے ہرگز نہیں ہوسکتا جو کسی کمینہ عادت کو چھوڑ دیتے ہین اور وہ کبھی خود فراموشی کی حالت کو ترک نہ کریگا اور حجت و شبہ کے مابین کوئی تمیز کرنیکی پروا نہ کریگا۔

علاوہ برین یہ ایک یقینی بات ہے کہ انسان جسقدر کسی چیز کے فائدہ سے واقف ہوگا اسی قدر اسکے حاصل کرنے مین محنت و مشقت برداشت کریگا اور ناواقفیت کی حالت مین اسکی طرف سے غافل رہیگا۔ چنانچہ اس شخص کی نسبت جو اپنے مقصود کے فوائد سے بے خبر ہو خداوند کریم یون ارشاد فرماتا ہے:۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ط | اور جس چیز کی تمہین کچھ خبر ہی نہ ہو اسپر کیونکر صبر کرسکوگے؟

انسان کی اصلی فضیلت اور وہ فلاح جو بقول باریتعالی

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۔ | بیشک فلاح پائی اس شخص نے جس نے اپنے نفس کو برائیون سے پاک کیا۔

پاک و صاف لوگون کے لئے مہیا کیگئی ہے یہی سچی اور پکی خوش اخلاقیان ہین نہ کہ ظاہری بناوٹ کی خوش خُلقی پانی ملے ہوئے دودھ کیطرح گو دیکھنے مین اصلی دودھ کا ہمرنگ ہو مگر پینے کے تھوڑی ہی دیر بعد پھر پانی بنکر جسم سے خارج ہوجائے اور دودھ کا مزہ اور نفع اُس سے حاصل نہ ہو۔

عزیز من! راستہ کی دوری اور اسکے دشوار گذار ہونے سے ہرگز نہ گھبرانا اور جاہ و اقبال والون کے افعال و اطوار کو اپنا نصب العین نہ قرار دینا کیونکہ انکی ذرین پوشش اُلٹ کر دیکھوگے تو وہ باطن مین کلوخ زر اندود نظر آئینگے۔ حرص و ہوائے نفس کے بندے اور شیطانی وسوسون کے

ایسے نسکار ہونگے جنکی حالت ہو بہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مشابہ ہوگی:۔

تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ ۔

بندۂ درہم و بندۂ دینار شوم و بدبخت ہوا کم بخت نگونسار ہوکر گرا اور جسوقت خار زار (لذائذ دنیاوی جو دینی امور سے غافل کردین) مین پہنسکر کانٹو نکا نسکار ہوا تو خار کا جسم سے نکالنا ہی موجب زار ہوا۔

خدا کے فضل سے یہ تمہاری اُٹھتی جوانی کا زمانہ ہے اسوقت تمام اعضاء و جوارح قابلیت نمو رکھتے ہین اور اس سن مین انسان نیک و بد ہر قسم کے اثرون سے بخوبی متاثر ہوتا ہے۔ اس عمر مین جو راستہ اختیار کرلوگے اسی پر چل پڑوگے اور پھر انشاء اللہ اُس سے کبھی نہ ہٹوگے۔

جس صاحب ہمت پر خداوند کریم نے اتنے احسانات کیئے ہون کہ اُسے حسن صورت خوبی سیرت شفیق اور دانا مربی اور معاش کا ذریعہ کافی عطا کیا ہو اور وہ اپنے مہربان تربیت دینیوالے کے سایہ عاطفت مین بچپن کا زمانہ علوم و فنون کی تحصیل اور نفس کو حیوانی خواہشون سے پاک بنانے مین ختم کرکے سن بلوغ کو پہونچا ہو اُسے ہرگز مناسب نہین کہ انسان بننے پر قدرت رکھتے ہوئے حیوان ہونیکا شائق ہو یا فرشتہ بن سکنے کے اسباب مہیا پاکر بہی انسانیت ہی کے درجہ پر بس کرے۔ اور یا اُسے یہ قدرت حاصل ہو کہ:۔

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ

نشستگاہ صدق مین سب پر قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس بیٹھینگے۔

کے درجہ مین ملک بننے کا امتیاز حاصل کرے لیکن پست ہمتی سے صرف فرشتہ بننے کی حد پر رُک جائے کیونکہ جب وہ مذکورہ بالا مرتبہ پر فائز ہوگا تو خود فرشتے اسکے ادنی خدمتگذار ہونگے۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالی فرماتا ہے۔

وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ط سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

اور ان پر ہر ایک دروازہ سے فرشتے داخل ہوکر کہینگے تمپر سلامتی ہو بوجہ اپنے صبر کے

فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ط | تم نے کیا ہی اچھا آخری گھر پایا۔

اُنکے ایسے عالی مراتب ہونگے۔ خدائے پاک سے التجا ہے کہ ہمیں اسی کی توفیق دے۔ اور اُن پست فطرت دون ہمت لوگون مین نہ داخل کرے جنکی صفت یون فرمائی ہے۔

وَلَوۡ کَانَ عَرَضًا قَرِیۡبًا اَوۡ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوۡکَ وَلٰکِنۡ بَعُدَتۡ عَلَیۡهِمُ الشُّقَّةُ | اور اگر کچھ مال غنیمت ملنے کی امید یا تھوڑی دور کا سفر ہوتا تو وہ (منافق) لوگ ضرور تمہارے ساتھ چلتے مگر اب راستہ انہین دور معلوم ہوتا ہے

بلکہ ہمین اُن ایماندارون کے زمرہ مین شامل کرے جنکی صفت یون فرماتا ہے:۔

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِیۡمَانَ وَ اَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ط | وہ لوگ ہین جنکے دلون مین خدا نے ایمان لکھدیا ہے اور اپنی جانب سے ایک روح کے ذریعے انکی تائید کی ہے۔

تاکہ ہم دنیاوی لذتون کی نمائش پر فریفتہ نہ ہون جو:۔

کَسَرَابٍۭ بِقِیۡعَةٍ یَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ یَجِدۡهُ شَیۡئًا ط | جیسے جنگل کا ریت جسکو پیاسا آدمی دور سے پانی سمجھکر اُدھر دوڑتا ہے یہانتک کہ قریب آکر اُسے کچھ بھی نہین پاتا۔

کی مصداق ہین اور جنکی اصلی حالت کا انکشاف موت کے بعد ہوتا ہے۔ (امیر درد)

اے درد بہت کیا پر یکہا ہم نے | دنیا کو مگر کچھ بھی نہ دیکھا ہم نے
جب آنکھ نہ تہی تو دیکھتے تہے سب کچھ | اور آنکھ کہلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

پہلا باب

انسان کو معرفتِ نفس حاصل کرنی لازم ہے

حکماء کا ایک قول ہے کہ "سب سے پہلے انسان کو اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنی لازم ہے" اور دوسرا قول یہ ہے کہ "پہلے انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ خدا کو پہچانے"۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر معرفتِ نفس کی اوّلیت ترتیبِ صناعی[1] کی حیثیت سے مانی جائے اور خدا کی معرفت کو اسکے شرف اور عظمت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پھر کوئی منافاۃ باقی نہیں رہتی اسلئے کہ معرفتِ الٰہی جملہ معارف کی سرتاج ہے اور اسوجہ سے گو وہ کتنی ہی بعد میں حاصل ہو تاہم اولیت کا درجہ اسی کو حاصل رہیگا۔ کیونکہ وہ علتِ غائی اور مقصود بالذات ہے۔ معرفتِ نفس کا فائدہ یہ ہے کہ اسکی وجہ سے حسبِ ذیل امور انسان کو معلوم ہو جاتے ہیں۔

۱۔ معرفتِ نفس بہت سی دوسری چیزوں کی معرفت کا ذریعہ بنجاتی ہے اور جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اُن دوسری چیزوں کا علم بھی نہیں حاصل کرسکتا۔

۲۔ اسکی تفصیل آگے چلکر آئے گی کہ انسان کی ذات تمام موجودات کا مرقع ہے اسلئے جو اسی پہچان سکیگا گویا وہ جملہ موجوداتِ عالم سے روشناس ہوگیا۔ باریتعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا	لوگوں نے اپنی ذاتوں کی ماہیت میں کیوں غور نہیں کیا؟ خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو اور انکے اندر جو چیزیں ہیں انکو صرف راستی کے ساتھ اور

[1] ترتیبِ صناعی۔ یعنے مصنوع کا صانع کے وجود پر دلالت کرنا۔

مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ط

مقررہ میعاد تک کے لئے بنایا ہے اور بہت شک نہین کہ بہت سے آدمی اپنے خدا کے دیدار سے انکار کرنیوالے ہین یعنے وہ مخلوقات مین خالق کا جلوہ نہین دیکھتے ۔

اس قول کی غرض لوگون کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اگر وہ اپنی ذات کی ماہیت مین غور کرتے اور اُسے پہچان جاتے تو اسی شناخت کے ذریعہ سے اُنہین تمام فانی اور باقی موجودات کے حقائق اور آسمانون اور زمینون کی ماہیت کا بھی علم ہوجاتا اور وہ مرنیکے بعد اُس دوبارہ زندگی پانے سے منکر نہ ہوتے جسمین اُنہین پروردگار عالم کا جمال دیکھنا نصیب ہوگا اللہ پاک فرماتا ہے

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط

عنقریب ہم اُنہین دنیا مین اور خود انکے نفسون مین اپنی نشانیان دکھائینگے تاکہ انپر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے ۔

اور فرماتا ہے :-

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ط
وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ط

یقین کرنے والون کے لئے زمین مین بہت سی نشانیان ہین اور خود تمہارے نفسون مین پس کیا تم نہین دیکھتے ؟ ۔

۳ ۔ جسکو اپنے نفس کی معرفت حاصل ہوگی وہ عالم کائنات کا واقف کمال ہوکر آسمانون اور زمینون کے خالق و صانع کو بھی مشاہدہ کرسکیگا ۔ اور اُن جاہل کافرون کے زمرہ سے خارج ہوجائیگا جو اس منزلت سے محروم رکھے گئے ہین اور جنکی بابت حق سبحانہ وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے :-

مَا أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ط

ہم نے انکو خلقت آسمان و زمین کا حال نہین دکھایا اور نہ خود انکے نفسونکے پیدا کرنیکا حال دکھایا ۔ اور مین گمراہ لوگون کو اپنا بازو نہین بناتا ۔

۴ ۔ روح کی معرفت عالم روحانی اور بقائے روح اور جسم کا علم عالم جسمانی اور فنائے اجسام کے

علم کو مفید ہے۔ اور اس علم سے فانی اشیا کی بے حقیقتی اور باقیات صالحات کی عظمت نقش دل ہوتی ہے جس سے انسان باقی رہنے والی چیزوں کی قدر پہچانتا ہے۔

۵۔ معرفت نفس ان دشمنوں کا بھی پتہ بتا دیتی ہے جو اسکے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جنکی طرف رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قول:۔

اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ	تیرا بہت سخت دشمن خود تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے مابین ہے۔

میں اشارہ فرمایا ہے۔ انسان کو شر نفس سے محفوظ رہنے کے لئے خدا سے پناہ مانگنے ہی کا خیال دلائیگا جیسا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ	بار الہا! مجھے میری سمجھ سے بہرہ ور کر اور مجھے میرے نفس کی شرارت سے بچا۔

اور ارشاد کیا ہے:۔

لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ فَاَھْلِکَ۔	خداوندا مجھے ایک چشم زدن کے لئے بھی نفس کے قابو میں نہ چھوڑ ورنہ میں ہلاک ہو جاؤنگا۔

جو شخص اپنے نفس میں چھپے ہوئے دشمنوں انکی کمینگاہوں اور انکی شورش انگیزی کی کیفیتوں سے واقف ہوگا بالیقین وہ انکے حملوں سے بچنے کی توفیق اور ان سے مقابلہ میں کوشش کرنے کی ہمت پائیگا۔ انسان ان انعامو کا مستحق بنیگا جو پروردگار عالم نے مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے مقرر کئے ہیں۔ اور جو شخص اپنی ذات کی ماہیت سے ناواقف ہوگا اسے یہ دشمن یعنی خواہش نفسانی عقل صواب اندیش کا لباس پہنکر بندۂ ہوا و ہوس بنا دیگی۔ اور جو کام بظاہر معیوب ہیں وہ نفس کی تحریک سے اس شخص کو اچھے نظر آئینگے کیونکہ اسوقت اسکی مملکت دل و دماغ پر سلطان ہوا حکمرانی کر رہا ہوگا۔ اسکے متعلق ہمارے ہادی برحق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا ہے:۔

اَلْهَوٰی شَیْطَانٌ ۔ | نفس کی خواہش ورغلانیوالی شیطان ہے ۔

بلکہ یون فرمایا ہے کہ نہین وہ بھی ایک معبود ہے جسکی پرستش مِن دُونِ اللّٰہِ (سواے خدا کے) کی جاتی ہے ۔ جیساکہ مروی ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۔

مَا عُبِدَ فِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ اَبْغَضُ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْهَوٰی ط | خدا کے علاوہ دنیا کے لوگ جن نقلی معبودونکی پرستش کرتے ہین اُنمین سب سے زیادہ خدا کو نفسانی خواہش کی پرستش بُری معلوم ہوتی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے

اور اسکے بعد آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی ۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط | کیا اے پیغمبر تم نے اُس (احمق آدمی کو نہین) دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے

۶ ۔ عارف نفس اپنے نفس کو قابو مین رکھکر اُسے احکام عقل کا پابند بنا سکتا ہے ۔ اور جو شخص خود اپنے نفس پر بخوبی حکومت کرسکتا ہے وہ ساری دنیا پر بھی بڑی خوبی سے حکمرانی کرلیگا ۔ اور خدا کے اُن خاص بندون مین شمار ہو سکیگا جنکی طرف

وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ | اور خداوند عالم تمکو زمین مین اپنا خلیفہ بنائیگا ۔

مین اشارہ ہوا ہے اور جنکو اُسنے قول باریتعالی ۔

وَجَعَلَکُمْ مُلُوْکًا ۔ | اور تمکو بادشاہ کرے گا

بادشاہ ہونیکا رتبہ پائیگا ۔

۷ ۔ اپنی ذات کا علم رکھنے والا جو عیب دوسرے لوگون مین دیکھیگا وہی عیب بجنسہ یا اُس سے کچھ کم و بیش خود اپنی ذات مین بھی موجود پائیگا فرق صرف اتنا ہوگا کہ کبھی علانیہ اور نمایان طور پر وہ عیب اس سے سرزد ہوتا ہوگا اور کبھی اُسکے دل مین لہر اُٹھکر رہجاتی ہوگی مگر مادہ ضرور موجود ہوگا جسطرح پتھر مین آگ مخفی رہتی ہے اور رگڑ پاتے ہی ظاہر ہوجاتی ہے ۔ چنانچہ ایسے شخص سے بھی وہ خطا با دنی تحریک سرزد ہوجاتی ہوگی ۔ ایسا شخص کبھی کسیکو طعنہ نہ دیگا نکتہ چینی نہ کریگا ۔ اور کسیکا عیب نہ نکالیگا ۔ کیونکہ جو عیب دوسرون مین تہا جب وہ خود اسمین

بھی موجود ہے تو سب سے پہلے وہ خود ہی مستوجب ملامت ہے دوسرون کو کیا کہے - ایسا شخص رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے فیضیاب ہوگا کہ

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ غَيْرِهٖ ط | خدا پاک اس شخص پر رحم کرے جسکو اپنے عیبون نے دوسرونکی عیب بینی اور بدگوئی سے باز رکھا -

اور یہ بات نہایت غور کی نظر سے دیکھنی چاہیئے کیونکہ اپنی برائی اور خرابی کا پہچان لینا سخت دشوار بات ہے - انسان کو اپنے نفس سے جو محبت ہے وہ اور کسی چیز سے نہین ہوتی اور اصل یہ ہے کہ جس چیز سے محبت ہو اسکی خرابیان نظر نہین آیا کرتین - جیسا کہ ہادی برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ ط | کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے

اسلئے جب ہم ایک چیز کے عیوب و نقائص دیکھنے یا سننے کی قوت ہی نہین رکھتے تو یقینی بات ہے کہ سو لبسوے تو اُسے اچھا ہی تصور کرینگے اور اسی پر لٹو رہینگے - اس حالت کا نام ہے خودبینی[ف۱] - اور خودبینی سے بڑھکر نقصان رسان اور بُری چیز کوئی بھی نہین ہوتی - ایک حکیم کا مقولہ ہے جھوٹا آدمی حق سے بہت دور رہتا ہے - ریاکار جھوٹے سے بھی بہت برا ہے اور ان دونون سے بڑھکر برا وہ شخص ہے جو خودبین ہو - کیونکہ ریاکار تو قول اور فعل دونون حیثیتون سے غلط گوئی کا ہی مرتکب ہوتا ہے اور خودبین شخص کسی بات سے بھی فائدہ نہین اٹھا سکتا اسلئے کہ وہ اپنی جہالت بلکہ جہل مرکب کے زعم مین ناصح کی نصیحت کو لغو تصور کرے گا مگر جھوٹے یا ریاکار سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ کبھی انپر وعظ و پند کا اثر ہوگا اور وہ اپنی بداعمالی سے باز آجاینگے لیکن خودبین شخص کبھی نہین سمجھے گا اور اسلئے وہ اپنی حرکتون سے باز نہین آسکتا

۸ - جو شخص اپنی ذات کو پہچان لیگا وہ بلاشبہہ اپنے خالق کو بھی پہچان جائیگا - بیان کیا جاتا ہے کہ خدا نے جتنی کتابین نازل فرمائی ہین سب مین یہی حکم ہے کہ اے انسان اپنی ذات کو پہچان

[ف۱] خودبینی یعنے اپنے تئین ہر حیثیت مین اورون سے بڑھکر سمجھنا جسکو کہتے ہین کہ مین کی سمائی - یعنے جو کچھ ہون مین ہی ہون مترجم

جس سے تو خدا کو بہی پہچان سکیگا۔ قول باریتعالیٰ۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ الآیۃ۔	عنقریب دکھائینگے ہم انکو اپنی نشانیان دنیا کے اطراف اور خود انکی ذاتون مین (آخر آیت تک)۔

کے بہی یہی معنے ہین۔ مذکورہ بالا حدیث کی تین تاویلین ہوسکتی ہین۔

اول۔ یہ کہ انسان معرفت نفس سے معرفت خدا حاصل کرسکتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ عربی زبان سیکہو تو علم فقہ بہی سیکہ جاؤگے۔ اس سے یہی مراد ہوگی کہ عربی زبان جانتے ہوگے تو آیات و احادیث کے معانی سمجہنے کی قوت اور اصول فقہ سے واقفیت حاصل کرکے اور استخراج مسائل کرسکوگے۔ اگرچہ درمیان مین کئی واسطے آپڑے ہین تاہم نتیجہ تو یہی برآمد ہوا یعنے زبان عربی کے علم سے فقہ کا علم حاصل ہوگیا۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ معرفت نفس کے حاصل ہوتے ہی بلا کسی فاصل کے معرفت ایزدی بہی حاصل ہوجائیگی۔ مثلاً ہم کہتے ہین کہ آفتاب نکلنے پر روشنی پہیلے گی۔ اس صورت مین روشنی طلوع آفتاب کے ساتہہ بالکل مقترن ہے کہ ایک آن بہی اُس سے پیچہے نہین رہسکتی جب نمایان ہون گے تو دونون ایک ساتہہ اسیطرح معرفت نفس اور معرفت باریتعالیٰ مین بہی کسی زمانہ کا فصل نہین۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ جبتک اپنے نفس کی شناخت نہ ہو اُسوقت تک معرفت باریتعالیٰ بہی ثابت نہین ہوتی اسکی دلیل یہ ہے کہ نفس کی حقیقی معرفت عالم کائنات کی شناخت کا فایدہ دے گی۔ اور عالم کے پہچاننے سے اسکے حادث ہونیکا علم ہوگا جسکے لئے کسی ایسے مُحدِث کا ہونا لازم ہے جو کسی طور پر اس محدث (عالم) کے مشابہ نہو۔ اور یہی نتیجہ معرفت باری کی حد ہے۔ اہل علم نے بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے قول ہے

اِنَّ الۡعَقۡلَ لِاِقَامَۃِ رَسۡمِ الۡعُبُوۡدِیَّۃِ لَا لِاِدۡرَاکِ الرُّبُوۡبِیَّۃِ ط	عقل تو سلئے دیگئی ہو کہ رسم بندگی ادا کرنیکیطرف رہنمائی کرے یہ کچہ عزم نہین عطا ہوئی کہ اسکے ذریعہ سے خدا کی ذات کا ادراک کیا جاسکے۔

کے معنے بہی اسی بات پر دلالت کرتے ہین جو اوپر مذکور ہوئی ۔ اور اس قول کے بعد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پھر فرماتے ہین :۔

کَیفِیَّۃُ النَّفسِ لَیسَ المَرءُ یُعرِفُھَا	انسان جو اپنے نفس ہی کی کیفیت سے نہین واقف ہوا
فَکَیفَ کَیفِیَّۃُ الجَبَّارِ فِی القِدَمِ	تو وہ اس جبار اور قدیم ذات کی کیفیت کو کیا سمجھیگا ۔
ھُوَ الَّذِی اَنشَأَ الاَشیَاءَ مُبتَدِعًا	جس نے ابتداء سے تمام چیزون کو بلا کسی سابقہ مادہ کے
فَکَیفَ یُدرِکُہٗ مُستَحدَثُ النَّسَمِ	پیدا کیا ۔ پہر کیا صورت ہے کہ اُسے ایک حادث
	زندگی پہچان سکے جو بالآخر فانی ہے یا وہ اسکی کُنہ کا
	ادراک کر سکے ۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے ۔

یَا مَن غَایَۃُ مَعرِفَتِہٖ القُصُورُ	اے وہ ذات جسکے پہچاننے کی حد یہ ہے کہ عقل انسانی
عَن مَعرِفَتِہٖ	اسکی معرفت سے قاصر ہے ۔

اس امر کی تنبیہہ کے لئے کہ اگر لوگ اپنے نفس کی معرفت حاصل کرتے تو بیشک وہ خدا کو بھی پہچان جاتے ۔ خود باریتعالی فرماتا ہے :۔

نَسُوا اللّٰہَ فَاَنسٰھُم اَنفُسَھُم	وہ اللہ کو بہولے اسلئے اللہ نے اُنہین خود فراموش بنا دیا ۔

اور یقین جاہلون کو خدا کی معرفت حاصل نہین ہوئی اگر وہ اپنے آپ کو بہی نہ پہچان سکین تو عجب کیا ہے ۔

دوسرا باب

موجودات کی قسمونکا بیان اور اسبات کی تشریح کہ انسان انمین کیا رتبہ رکھتا ہے

اللہ برتر واجب الوجود ہے اسکے وجود کا کوئی سبب نہین۔ بلکہ وہ خود ہر ایک موجود کا سبب ہے۔ ہر ایک موجود اسی کی ذات پاک سے عالم وجود مین آیا اور اسی کے سبب سے قائم بالوجود ہے عام موجودات کی دو قسمین ہین ایک معقولات علویہ[1]۔ دوسری محسوسات سفلیہ[2]۔ اللہ تعالی نے پہلی قسم کو دوسری قسم یعنے محسوسات سفلیہ سے قبل ایجاد فرمایا جسکا ذکر حدیث مین یون آیا ہے :-

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَلَمَ ثُمَّ اللَّوْحَ وَقَالَ أَجْرِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ط

سب سے پہلے خدا نے قلم پیدا کیا پھر لوح۔ اور قلم کو حکم دیا کہ دنیا مین قیامت تک ہونیوالی ہین ان سب کو لوح پر رقم کر۔

اور ایک روایت یون بہی ہے :-

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ فَقَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ بِكَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِي وَلَكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ ط

سب سے پہلے خدا نے عقل کو پیدا کیا پھر اسے کہا سامنے آ۔ وہ روبرو آ گئی اسکے بعد کہا پیچھے کو پھر جا۔ وہ پشت پھیر کر مڑ گئی اسکی یہ حالت مشاہدہ فرماکر حق سبحانہ نے کہا مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہے کہ مین نے اپنی بارگاہ مین تجھ سے زیادہ معزز و مکرم کوئی چیز پیدا نہین کی تجھی سے لونگا اور تیرے ہی ذریعہ سے دونگا اور تیرے ہی واسطے ثواب ہے اور تجہی پر عذاب ہوگا۔

[1] عالم بالا کی مخلوقات جو پوشیدہ ہونیکے لحاظ سے صرف عقل کو معلوم ہو سکتی ہین۔

[2] تیرہ خاکدان زمین کی مخلوقات جسکو حواس ظاہری محسوس کر سکتے ہین۔

لیکن عقل سے یہاںپر انسانی عقول مراد نہیں ہین۔ بلکہ وہ جوہر شریف مراد ہے جس سے انسانی عقول کی کرنین پہونچتی ہین بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہان عقل سے وہ قلم مراد ہے جسکا ذکر دوسری حدیث مین آچکا ہے۔ واللہ اعلم

اسکے بعد خداوند عالم جل شانہ نے اُن روحانیات کو ایجاد کیا جو اسکی عبادت سے سرتابی اور ماندگی کا کبھی اظہار نہین کرتین اور یہ چیزین ابداع کے طریقہ سے وجود مین لائی گیئن۔ ابداع اسے کہتے ہین کہ کوئی شے اسطرح پیدا کیجائے جسکو کسی سابقہ موجود چیز سے کچھ تعلق نہ ہو بلکہ بالکل الگ تھلگ ازسرنو بنائی جائے۔ اسکے بعد حق سبحانہٗ نے عناصر اربعہ یعنے پانی۔ آگ۔ ہوا اور مٹی اور موالید ثلاثہ یعنے جمادات۔ نباتات اور حیوانات کو پیدا کیا اور اس خلقت کا دور صورت انسانی کی ساخت پر ختم فرمایا۔ جیساکہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اسکے متعلق فرماتے ہین کہ خدا نے یکشنبہ کے دن فلان چیزین پیدا کین اور دوشنبہ کے دن فلان چیزین یہانتک کہ آخر مین ارشاد فرماتے ہین۔ اور انسان کو بروز جمعہ پچھلے پہر دن مین بنایا۔ خلق الکنز حالنون مین ایک شئے کے کسی سابقا موجود چیز سے وجود مین لانے کو کہتے ہین جسطرح انسان کی خلقت مٹی سے کیگئی۔ اور چونکہ یہ صورت ترکیب کی خواہان ہوتی ہے اسی لیئے پروردگار جل شانہ نے فرمایا۔

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ	ہم نے ہر ایک چیز کا جوڑ بنایا ہے تاکہ شاید تم اسی سے عبرت حاصل کرو اور خدا کو یاد کرو۔

اور مرکب اشیاء کیطرف اپنے اس قول مین اشارہ فرمایا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ	کیا انھون نے زمین پر غور نہین کیا کہ ہم نے اُس مین کتنے اعلیٰ درجہ کے جوڑے (مرکبات) اُگائے ہین۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جو چیزین ابداع کیگئی ہون وہ تام۔ یعنے نقص سے مبرا ہین اگر انمین کچھ بھی کسر پائی جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ انکا مبدع اور بنانیوالا خود ہی ناقص ہے۔ لیکن مخلوق جو کسی دوسری شئے سے ترکیب دیکر بنایا جاتا ہے اُسمین احتمال نقص ہوتا اسلیئے ممکن ہے کہ جن

چیزوں سے وہ ترکیب دیا گیا ہے انمین کوئی نہ کوئی شے افضل یا افضل پیدا کرنیوالا ہو جس سے انکے کچھ نقص
ان عارض کر دیا ہو۔ ورنہ ترکیب دینے والے اور فاعل مختار کیجانب سے کوئی کور کسر نہین رہنے
پائی۔ اسلیئے جو چیزین علوی ہین اور مبدعات کے شمار مین آتی ہین وہ ہر ایک حالت مین خرابی
پڑنے سے بری ہین اور جبتک خدا کو قیام عالم منظور ہے بجنسہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہینگی۔

انسان دو ہین۔ ایک تو آدمؑ تھے جو ابو البشر ہین اور تمام انسانون مین وہ اُس تخم کے
قائم مقام ہین جو دوسرے تخم پیدا کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے۔ آدمؑ کی ایجاد تربیت اور تعلیم خود جناب
باری نے فرمائی جسکی طرف اپنے اس قول مین اشارہ فرمایا ہے:۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ	(اے شیطان) تجھے کس چیز نے روکا کہ تو میرے ہاتھون کے بنائے ہوئے آدم کیلیئے سجدہ نہ کرے؟
اور فرمایا:۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔	اور خدا نے آدم کو تمام اسما سکھائے۔

اور دوسرے انسان آدمؑ کی اولاد ہین کہ اگرچہ انکا موجد بھی اصل مین باریتعالی ہی ہے
لیکن اس نے انکی پیدائش تربیت اور تعلیم براہ راست نہین فرمائی ہے بلکہ چند جسمانی اور
روحانی ذریعون اور واسطون سے اسکی پروان چڑھایا ہے جسمانی واسطہ ماں باپ ہین اور
روحانی واسطہ وہ ملائکہ ہین جو مدبرات اور مقسمات کے نام سے اسکی پیدائش اور تربیت کیلیئے
متعین ہین جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ بچہ چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر علقہ ہو جاتا ہے اسکے
بعد مضغہ بنتا ہے۔ بعد ازاں خداوند کریم ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس گوشت کے لوتھڑے مین
روح پھونکتا ہے۔ ایسے ہی اور حدیثین بھی ہین اسی وجہ سے کہ ماں باپ بچے کے وجود مین آنیکے
ایک سبب ہین۔ اللہ پاک نے انکے حقوق بہت بڑے رکھے ہین اور اپنی شکرگذاری کے بعد انکی
سپاسگذاری کا حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

اُشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۔	اے انسان تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا کر۔

بچے کو ابن اسلئے کہتے ہین کہ وہ بنیت البنیة (یعنے عمارت کو بنایا) سے مشتق ہے گویا کہ

باکے بالمقابل رہا ایسا ہی کم رہتا ہے جیسے تعمیر کرنیوالے کے مقابلہ مین عمارت۔

تیسرا باب

انسان کن عناصر سے عالم وجود مین لایا گیا

خدا ئے کریم نے خلقت آدم کے عناصر بیان فرماتے ہوئے اس امر سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس نے سات درجون مین ترقی دے کر آدم کو انسان کامل بنایا تھا۔ اور اس امر کیطرف جیسی اسکی حکمت بالغہ مقتضی ہوئی کلام مجید کے مختلف موقعون پر اشارہ کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ سب سے پہلا مبدأ مٹی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ مِنْ طِينٍ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خشک مٹی نہین بلکہ پانی کے ساتھ گوندھی ہوئی یعنے پانی اور مٹی دونون کی آمیزش سے۔ تیسری جگہ ہے مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مٹی گل ہے مگر ایسی جو ہوا کے اثر سے کسیقدر کھٹی ہوگئی ہو۔ چوتھے مقام پر کہا گیا مِنْ طِينٍ لَازِبٍ یعنے وہ گلا وہ جو قبول صورت کے لیئے اعتدال پر آکر درست ہوگیا ہو۔ پانچوین مرتبہ مین مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فرمایا۔ یعنے وہ مٹی اسقدر خشک ہوگئی کہ اسکے کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ چھٹے مرتبہ پر مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ کہکر بتایا کہ پھر وہ کسیقدر آگ کی سینک دیکر ٹھیکرے کیطرح کرلیا گیا اور اسی آتشی قوت سے انسان کی سرشت مین نافرمانی اور شیطنت کا اثر داخل ہوا جسپر اپنے اس قول سے روشنی بھی ڈالدی۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ	خدا نے انسان کو ٹھیکرے کیطرح پانی سے گندھی ہوئی اور ہوا سے سوکھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ اور جنات کو آگ کے ایک شعلہ سے خلق فرمایا۔

یعنے آگاہ کر دیا کہ انسان مین اتنی ہی قوت شیطنت کی ہے جتنا نیم پختہ ٹھیکرے مین آگ کا اثر ہوتا ہے

اور سب تاان کی ذات اُس شغلہ سے بنی ہے جسکو کسی پہلو قرار نہین آتا۔ ان چھ مرتبون کا تفصیلی بیان کرنیکے بعد ساتوین درجہ کا ذکر فرمایا ہے کہ خدائے پاک نے روح کو قالب خاکی مین داخل کر کے خلقت انسانی کی تکمیل کردی۔ فرمایا۔

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ط فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ ط	بیشک مین گارہ سے انسان کا پیدا کرنیوالا ہون پھر جب مینے اسکو درست کرلیا اور اسمین اپنی روح پھونکی تو تم سب اُسکے سامنے سجدہ مین گر رہو۔

خلقت کے یہ سات درجے بیان کرنیکے بعد اسبات سے متنبہ کیا کہ پھر انسان کے تکمیل نفس کے لئے اُسے علوم و آداب کے زیور سے محلّی کیا اور ارشاد کرتا ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا	اور خدا نے آدم کو تمام چیزون کے نام تعلیم فرمائے۔

پھر اولاد آدمؑ کی خلقت کا ذکر فرماتے ہوئے اُنکے وہ عناصر بیان کئے ہین جنکو اُس نے ایک حالت کے بعد دوسری حالت مین ایجاد فرمایا۔ اور آگاہ کیا ہے کہ جسطرح اُس نے خلقت آدمؑ مین سات درجون کی ترتیب رکھی تھی اسیطرح نسل آدمؑ مین بھی اتنے ہی درجے طے کرنیکے بعد تکمیل خلقت فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ج ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ط	بیشک ہم نے انسان کو گندھی ہوئی مٹی کے ایک نیار مقدار سے بنایا پھر اسکے بعد اُسے ایک پائدار جگہ مین نطفہ کی صورت دی اور بعد نطفہ کو بستہ خون کی شکل بخشی اور پھر بستہ خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا اور گوشت کے لوتھڑے کو ہڈی کی شکل مین تبدیل کیا پھر ہڈی پر گوشت کا لباس پہنایا اسکے بعد ہم نے اسکی ایک نئی خلقت آغاز کی۔ پاک ہے اللہ بہت اچھا پیدا کرنے والا۔

اور اس آیت کریمہ مین :-

ثُمَّ اَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ	پھر ہم نے اسکی ایک اور نئی خلقت کی -

سے اسکو قوت عقل و فکر اور نطق عطا کرنیکی جانب اشارہ کیا ہے - اس بیان مین ایک یہ عذر بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک نے

فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا کہا اور :-	پھر ہڈی پر گوشت کا غلاف منڈہا -
فَخَلَقْنَا مِنْهُ لَحْمًا کیون نہین فرمایا	پھر ہم نے اُس ہڈی سے گوشت پیدا کیا -

حالانکہ اس سے قبل کی صورت مین ایک خلقت سے دوسری خلقت کا بنانا بیان فرمایا ہے - یعنے کہا ہے کہ ہم نے بستہ خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا - اسیطرح فرماتا کہ ہم نے ہڈی سے گوشت بنایا - مگر اسکا بہت آسان جواب یہ ہے کہ اس طرز بیان سے خداوند پاک کو اپنی صنع لطیف کی ایک خوبی کیجانب اشارہ کرنا مقصود تھا - یعنے بتاتا تھا کہ نطفہ کی خلقت ہڈی تک ترقی کرکے رک گئی اور اسکے بعد خداوند کریم نے گوشت کو از سر نو سابق نطفہ سے جدا گانہ بنا کر اس لباس کا قائم مقام کیا جسکو کبھی انسان پہن لیتا ہے اور کبھی اُتار ڈالتا ہے یا بدل لیتا ہے - اسی سلئے حیوان کے جسم سے گوشت کا کوئی ٹکڑا کٹ کر علیحدہ ہوجائے تو وہ دوبارہ بھی پیدا ہوجاتا ہے - مگر ہڈی جہان کاٹی گئی دوسری دفعہ ہرگز نہین پیدا ہوتی - دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ خدا نے صرف آدمؑ کو گندہی ہوئی مٹی سے بنایا نہ کہ انکی اولاد کو بھی پھر بالعموم یہ حکم سب انسانون کے لئے کیون لگا دیا - کہ انہین مٹی سے پیدا کیا ہے - اسکا جواب بھی آسان ہے جسکی دو صورتین ہین - پہلی تاویل یہ ہے کہ آدم کو گندہی ہوئی مٹی سے بنایا تو اسکی اولاد جو اسی کی صلب سے ہے وہ بھی گویا مٹی ہی سے پیدا ہوئی - اور دوسری تاویل یہ ہے کہ انسان کی خلقت نطفہ سے ہوتی ہے اور وہ رحم مادر مین ماہواری ایام کے خون سے پرورش پاتا ہے - یہ دونون چیزین غذا سے بنتی ہین اور غذا حیوان سے تیار ہوتی ہے - حیوان نبات سے بنتا ہے اور نبات کی پیدائش پانی اور ہوا کی آمیزش والی مٹی سے ہے - غرضکہ ان مسلسل

تغیرات کا آخری نتیجہ یہی نکلا کہ گویا انسان مٹی سے بنایا گیا اور اسکیطرف خداوند جل وعلیٰ نے اپنے کلام میں خود ہی توجہ دلائی ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

اِنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا

ہم نے پانی کو زمین پر بہایا جس سے زمین کو پھاڑ کر نکلوائیں دانے انگور اور ترمیوہ نباتات میں اگائیں۔

یا فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ط

بیشک ہم نے انسان کو پانی اور ہوا کا اثر قبول کی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسکو ایک مستحکم قرار کی جگہ میں نطفہ کی صورت عطا کی۔

اور ارشاد کیا ہے:-

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

تمکو خدا نے مٹی سے اور اسکے بعد نطفہ سے پیدا کیا۔

غرضکہ ان سب اقوال سے خدا نے پاک نے ثابت کر دیا کہ انسان کو مٹی ہی سے بنایا گیا ہے

اور فرماتا ہے کہ:-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ط

یہ بات بھی خدا کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمکو مٹی سے پیدا کیا پھر اسوقت تم بشر ہوکر دنیا میں پھیلنے لگے

پھر دوسرے مقام پر ارشاد کرتا ہے کہ:-

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ط

انسان کو خدا نے گیلی مٹی سے بناکر اسکی نسل کو ایک حقیر پانی کے قطرہ سے ترقی دی۔

یہاں پر انسان سے آدم کو مراد لیا ہے اسی لیے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ کہا اور مبدأ اول سے جو مٹی تھی قطع نظر کرکے صرف نطفہ کے ذکر پر اکتفا کی۔ خداوند جل شانہ نے ان ابتدائی حالات کو ایک خاص حکمت کے سبب سے متفرق مقامات پر ذکر فرمایا کیونکہ جن موقعوں پر یہ باتیں بیان کیگئی ہیں وہیں انکا بیان کرنا مناسب تھا مگر ہم ان خصوصیتوں کا اس مقام پر بالتفصیل بیان کرنا موجب طوالت کتاب سمجھکر ترک کرتے ہیں۔

چوتھا باب

انسان مین کن چیزونکی قوتین جمع کی گئی ہین ؟-

انسان تمام دنیا کی قوتون کا مجموعہ ہے - اور سب چیزون کے بعد عالم وجود مین آیا ہے حدیث نبوی سے جسکا پہلے ذکر آچکا ہے یہ امر ثابت ہونیکے علاوہ خود پروردگار عالم بھی اسکیطرف اپنے اس قول مین اشارہ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ط	وہ ذات جس نے ہر چیز کی خلقت اچھی بنائی اور انسان کی خلقت مٹی سے بنانی شروع کی -

خداوند جل شانہ نے انسان مین تمام دنیا کی بسیط مرکب روحانی جسمانی ابداعی اور ایجادی چیزونکی قوت فراہم کر دی ہے ۔ اسلیے چونکہ انسان عالم کی وساطت سے حاصل ہوا اور اسی کے ارکان اور قوتون سے وجود مین لایا گیا اسلئے گویا وہ خود عالم ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ عالم ایک وسیع اور بے پایان شے ہے - اور انسان اسکی صورت مثالی کا چھوٹا سا فوٹو یا ایک مختصر عالم ہے جسطرح کسی مطول کتاب کا خلاصہ اسکے الفاظ کم کرکے بنالیا جاتا ہے اور اُسکے معنے پوری طرح اسمین موجود رہتے ہین - اسیطرح عالم کے مقابلہ مین انسان کی حالت بھی سمجھنی چاہیئے - اور جبکہ انسان تمام دنیا کا انتخاب - لب لباب - خلاصہ اور ماحصل ہے تو اُسے یون خیال کرنا چاہیئے جسطرح دودھ اور دہی کے مقابلہ مین مسکہ (مکھن) اور تلون کے مقابلہ مین تیل - کوئی چیز ایسی نہین کہ انسان اسکے ساتھہ کسی نہ کسی طرح پر مشابہ نہ پایا جاتا ہو - مزاج کی حرارت برودت رطوبت اور یبوست کے لحاظ سے وہ ارکان اربعہ یعنے آگ - ہوا - پانی اور مٹی سے مشابہ ہے جو اسکے خمیر کے اجزا ہین جسم یا جسمانی ہونیکی حیثیت سے وہ معدنی اشیا کا ہمشکل ہے - غذا کھانے اور آہستہ آہستہ بڑھتے رہنے مین اسکو نباتات سے مشابہت ہے - احساس - توہم - تخیل

لذت اور درد کے ممتاز ہونے میں وہ بہائم کا ہمسر ہے۔ کینہ توزی اور غضبناکی میں درند و جانور کا ہم پلہ۔ گمراہ کرنے اور بہکانے کے اعتبار سے وہ شیطان کا بھائی ہے۔ اور خدا شناسی، عبادت آلہی اور اسکا خلیفہ ہونیکے لحاظ سے فرشتونکا ہم مقابل۔ اور اس حیثیت سے کہ خدا نے اسکو ان تمام حکمتونکا ایک مختصر مجموعہ بنا دیا ہے جو لوح محفوظ مین مندرج ہین وہ لوح محفوظ کا بھی ہم پایہ ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ انسان کے جسم مین چار ہزار حکمتین ہین اور اسکے نفس مین بھی قریب قریب اتنی ہی حکمتین ہونگی۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ بذریعۂ تحریر لوگون کے صفحۂ دل پر اشیاء کی صورتین کھینچ دیتا ہے اسکو قلم کا قائم مقام کہنا چاہیئے۔ جو کہ لوح محفوظ مین احکام آلہی لکھتا ہے۔ غرضکہ انسان کا وجود مختلف قوتون سے ہے اسلئے اللہ پاک فرماتا ہے:۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ	ہم نے انسان کو مختلف اشیاء کی قوتون سے ملے جلے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا۔

اور چونکہ بنظر غور دیکھنے سے عالم اور انسان باہم مشابہ نظر آتے ہین اسلئے کہا جاتا ہے کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم انسان کبیر۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ	خدا نے تمکو نفس واحدہ کیطرح پیدا کرکے دنیا مین بھیجا۔

اس آیت پاک مین نفس واحدہ سے ذات عالم کیجانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اور جسطرح مختلف چیزونکی مرکبات مین انکے یکجا ہونے سے بہت سی ایسی خاصیتین پیدا ہو جاتی ہین جو ان چیزون مین فرداً فرداً نہین ہوتین۔ جیسے مرکب دوائین یا کھانے وغیرہ اسیطرح انسان کی ذات مین بھی ایک ایسے معنے پائے جاتے ہین جو عالم موجودات کی اور کسی چیز مین نہین ملتے اور یہ معنے ہی اُسکے ظاہری خصائص ہین جو اُسے اورون سے ممتاز بناتے ہین جیسے شکل و صورت مین اُسکے قد کی راستی اور ناخونکی چوڑائی طبعی تاثیرون مین ضحک و تعجب اور حیاء اور افعال مین معقولات کا تصور۔ کاریگریون کا سیکھنا۔ اور اخلاق فاضلہ اور

پانچواں باب

انسان تبدیل خلقت کرتا ہوا بتدریج کامل انسان کیونکر بنتا ہے؟

پہلے انسان بے جان اور بے حس و حرکت جماد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا۔

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ	تم مردہ تھے پھر تمکو زندہ کیا۔

یہ اُس حالت کا ذکر ہے جبکہ وہ خاک گارا وغیرہ خام و خشک قالب خاکی وغیرہ کیطرح تھا۔ اسکے بعد وہ بڑھنے والے نباتات کے درجہ میں آتا ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ نے فرمایا:۔

وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ط	خدا نے تمکو زمین سے روئیدگی کیطرح اُگایا۔

یہ اسوقت کا بیان ہے جبکہ وہ نطفہ علقہ اور مضغہ وغیرہ کی صورت میں منقلب ہوتا ہے اسکے بعد حیوانی حالت آتی ہے جبکہ وہ اپنی خواہش سے جلب منفعت اور دفع مضرت پر قادر ہوتا ہے۔ اور ان تمام حالتوں اور درجوں کو طے کر چکنے کے بعد وہ انسان اور افعال انسانیت کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم جل شانہٗ نے بہت سے موقعوں پر اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ	اے لوگو! اگر تمکو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں کسیطرح
مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ	کا شک ہو تو ہم نے تمکو شروع میں مٹی سے پھر نطفے سے
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ	پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی بنی ہوئی سڈول
ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ	اور ادھوری بنی ہوئی بے ڈول گوشت کی بوٹی سے
مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ط وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ	پیدا کیا تاکہ تمپر ظاہر کردیں کہ مرنیکے بعد پھر زندہ کردینا
مَا نَشَاۤءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ	ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں اور جس مقرر وقت تک ہم چاہتے ہیں

نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ؕ

نطفہ کو عورتون کے رحم مین ٹھرائے رکھتے ہین ۔ پھر تمکو بچہ بنا کر نکالتے ہین پھر تمہاری پرورش کراکے پروان چڑہاتے ہین اور جوان بناتے ہین اور تم مین سے کوئی عمر طبیعی سے پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی تم مین سے زیادہ نکمی عمر یعنے بڑھاپے کیطرف لوٹا کر لایا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد آخر مین سڑا بہرا ہوکر کچھ بھی نہ سمجھے تو بے حس و حرکت زمین کو دیکھتا ہے پھر جب ہم اُسپر مینہ برساتے ہین تو وہ لہلہانے اور اُبھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کی خوشنما روئیدگی اُگاتی ہے

وقولہ تعالیٰ :۔

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝

کیا تو نے اس ذات کی نافرمانی کی جس نے تجھکو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھکو پورا مرد بنایا

انہی تدریجی ترقیون کی وجہ سے جو اسکی خلقت مین ہوتی رہتی ہین سب سے پہلے انسان مین نزاع (جھگڑنے) کی قوت ظاہر ہوتی ہے جو نبات اور حیوان کا خاصہ ہے اسکے بعد پھر مفید چیز کو لینے اور مضر اشیا سے بچنے کی قوت آتی ہے ۔ پھر قوت حس پیدا ہوتی ہے اور اسکے بعد تخیل کا زور ہوتا ہے ۔ پھر تفکر کا اُبھار ہوکر بالآخر قوت عقل اسمین نمایان ہوتی ہے جو اُسے انسان کامل بناتی ہے ۔ کیونکہ انسان انہی قوائے عقل و فکر وغیرہ سے کام لیکے نیک و بد کی تمیز کرسکتا ہے ۔ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے اپنے قول :۔

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اور خدانے تمہاری صورت بنائی اور کیا ہی اچھی صورت بنائی ۔

میں عقل ہی کیجانب اشارہ کیا ہے اسلئے انسان صرف عقل ہی کیوجہ سے علم کا معدن اور حکمت کا مرکز ہوا۔ قوت عقل انسان مین ابتدا ہی سے یون موجود رہتی ہے جیسے پتھر کے اندر آگ جو صرف رگڑ کھانے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ یا جسطرح تخم مین درخت بننے کی قوت موجود ہوتی ہے۔ لیکن وہ بغیر زمین کے اندر پڑے اور پانی کی نمی پائے کلہ نہین نکال سکتا۔ یا جیسے پانی زمین کے اندر موجود ہے لیکن جبتک کنوان نہ کھودا جائے وہ کسیطرح نکل نہین سکتا۔ انسان کی ذات دو قوتون کے مابین واقع ہے اور وہ دونون قوتین اپنی اپنی جانب اُسے کھینچتی رہتی ہین۔ ایک شہوت کی قوت اور دوسری عقل کی۔ شہوت کی قوت انسان کو جسمانی و حیوانی لذتون کے حاصل کرنے پر مائل کرتی ہے۔ جیسے کھانا پینا جماع اور دوسرون پر فوقیت پانا۔ یا ایسی ہی دیگر لذات دنیوی اور قوتِ عقل اُسے تحصیل علوم اور اچھے کامون کیطرف راغب کرتی ہے۔ خداوندکریم نے اپنے قول:۔

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ط	اور ہم نے اسکو نیکی اور بدی کی دونون راہین دکھا دی ہین ــــ ہم نے اسکو راستہ دکھا دیا (اب چاہے وہ) شکر گذار بنے یا ناشکرا۔

مین انہی قوتون کیجانب اشارہ فرمایا ہے۔

انسان کی سرشت مین یہ بات داخل ہے کہ وہ لذت و آرام کا طالب ہو۔ لذتین دو قسم کی ہین۔ ایک محسوس جو ظاہری حواس خمسہ یعنے سونگھنے چکھنے دیکھنے چھونے۔ سننے کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہو۔ اس قسم کی لذت حیوانی خواہش کی تابع ہے۔ اور دوسری قسم لذت کی وہ ہے جو عقل کو حاصل ہو جسطرح علم۔ نکوکاری اور ایثار و احسان کی لذت کہ انکا احساس محض عقل اور فطرت سلیمہ کو ہوتا ہے۔ مگر محسوس لذتین اسوجہ سے کہ پیدائش سے پہلے ہی انسان مین موجود ہوتی ہین اور ضرورت وقت ہی سے ہمین انکیطرف مائل کرتی ہے وہ ہمپر زیادہ غلبہ رکھتی ہین اور ہم انکیطرف خود بخود کھنچ جاتے ہین ورانسہ پاک اسکے متعلق ہماری حالت خود ہی یون بیان فرماتا ہے

یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَیَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ ط اسی واسطے اکثر آدمی عقل کی ہدایت سے روگردانی کرکے نفسانی خواہشون کے شکار بنجاتے ہین جس سے یہ بات ضرب المثل ہوگئی ہے کہ عقل ایک دوست ہے مگر اس سے ترک تعلق کرلیا گیا ہے اور نفسانی خواہش ایک دشمن ہے مگر اسکی پیروی کیجاتی ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قول:

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ ط	جنت تکلیفون سے ڈھانک دیگئی ہے اور دوزخ نفسانی خواہشون سے۔

کے یہی معنے ہین اور اسی وجہ سے انسان کو شروع جوانی مین اپنی ضروریات کیجانب توجہ کرنیکے وقت اسبات کی حاجت ہوتی ہے کہ اسپر کسی قسم کا دباؤ پڑتا رہے جسکے لئے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

یا عجبا لقوم یقادون الی الجنۃ بالسلاسل	اُن لوگون کی حالت سے سخت حیرت ہوتی ہے جو زنجیرون مین جکڑے ہوئے جنت کیطرف کھینچے جاتے ہین

لہذا انسان کو مناسب بلکہ ضروری ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشون کیساتھ اُسوقت تک سخت مجاہدہ کرتا رہے جبتک دشوار گذار گھاٹی طے نہ ہوجائے اور وہ اسکی آفت سے نکل نہ جائے۔

نفس دو قسم کی تعریف رکھتا ہے۔ ایک علوی جس سے وہ علوم شریفہ اور معلومات مفیدہ اور تزکیہ نیک وبد حاصل کرتا ہے۔ اور دوسری سفلی جو ہمیشہ نیچے کیجانب اور نفسانی خواہشونپر پڑی رہنیوالی نگاہ حقیقی امور کو اسکے خیال سے ہٹاکر اُسے کمینہ اور گندی عادتون کا شیدا بنادیتی ہے لیکن جو نفس شریف ہو وہ ہمیشہ بلندی ہی کا خیال رکھیگا اور بتقاضائے علوئے ہمت کبھی ادنیٰ درجہ کی چیزونپر مائل نہ ہوگا بجز خاص مجبوری وضرورت کے........ گو وہ جسمانی لذات سے بہی متمتع ہوگا لیکن اُسی حد تک جہانتک عقل اور شرع کی اجازت ہے بلکہ کمینہ طبیعت زیادہ تر جسمانی لذتونپر ہی مائل رہیگی اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ نفسانی خواہشونکی اطاعت کرتے کرتے وہ بندۂ نفس

ہو جائیگا جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے :-

اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَ
اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ط

کیا تم نے اس شخص کو نہین دیکھا جس نے نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے اور خداوند پاک نے اُسے باوجود علم و دانش کے گمراہ قرار دیا ۔

لیکن خدا نے اسکے گمراہ ہونیکا فیصلہ اُسی وقت صادر فرمایا جبکہ وہ شخص شروع ہی سے نفسانی خواہش کو اپنا معبود بناکر اغراض دنیاوی کا بندہ ہوگیا چنانچہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ "کمبخت و بدنصیب ہے بندۂ زر" آخر حدیث تک ، ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایسی ہی بری عبادت سے خدا کی پناہ مانگی اور کہا تھا :-

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ط

اے میرے پروردگار عالم مجھکو اور میرے بیٹون کو بتون کی عبادت سے بچنے کی توفیق عطا فرما ۔

چھٹا باب

انسان موجودات کے لباس مین جلوہ گر ہوکر انکی قوتون سے بتدریج کیونکر خصوصیت پاتا گیا ؟

اس حیثیت سے کہ انسان کی ذات مین موجودات کی تمام قوتین جمع ہین وہ مفہوم عالم کا ظرف ۔ اسکی صورتون کا پتلا ۔ اسکے آثار کا معدن اور اسکے حقائق کا مجمع ہے ۔ گویا انسان کیا ہے جمادات ۔ نباتات ۔ بہائم ۔ سباع ۔ شیاطین اور ملائکہ ان سبھونکا ایک معجون مرکب ہے اسلیئے وہ باوقات مختلف انہین سے ہر ایک چیز کے لباس مین جلوہ گر پایا جاتا ہے کبھی سنگی کاہلی اور جمودی مین جمادات کا سا نہی ہوتا ہے ۔ جس حالت کا پتہ حق سبحانہ نے اپنے اس قول مین دیا ہے :-

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ط

پھر اُن کے دل سخت ہو کر پتھر یا اس سے بھی سخت تر ہو گئے۔

اور گاہے اچھے اور برے نباتات سے مشابہ جسکی وجہ سے کبھی مثل اُترج صرف خوشنما ہوتا ہے جسکے پھل پھول شاخ اور پتی سب چیزونکا پاس رکھنا انسان کو پسند آئے یا کھجور کے درختون اور انگور کی بیل کیطرح منفعت بخش بھی ہوتا ہے کسی وقت امر بیل کیطرح بے فائدہ بلکہ ضرر رسان پایا جاتا ہے اور گاہے حنظل کی مانند بدمزہ۔ انہی حالتون کی جانب خداوند پاک نے اپنے کلام مین یون تنبیہہ بھی کی ہے:-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ن اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ط

کیا تم نے اسبات پر نظر نہین کی کہ اللہ نے نیک بات کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ ایک پاکیزہ درخت ہے جسکی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخین آسمان مین ہین جو ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل لاتا ہے۔ اور خدا لوگون کے لئے مثالین بیان کیا کرتا ہے تاکہ وہ سوچین۔ اور گندی بات کی مثال برے درخت کیطرح ہے کہ جب چاہا اسکو زمین کے اوپر ہی اوپر سے اُکھاڑ پھینکا اسکو کچھ ٹھہراؤ تو ہے نہین۔

اور کسی وقت انسان اچھے برے حیوانون سے مشابہ پایا جاتا ہے اسطرح کہ یا تو شہد کی مکھی کی مانند بہت زیادہ مفید اور کم نقصان دینے والا ہوگا۔ جسکی تعریف حق سبحانہ و تعالیٰ یون فرماتا ہے:-

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ۔

اور تمہارے خدا نے شہد کی مکھی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ پہاڑون اور اونچے درختونپر اور جو ٹٹیان لوگ باندہا کرتے ہین اُنپر اپنے چھتے بنائے۔

یا ابی الوفا چڑیا کیطرح نیک و صلاحکار ہوگا۔ ورنہ سُور کیطرح حریص۔ بھیڑیے کا سا مکار۔ کتے کی مانند لالچی چیونٹی کیطرح ذخیرہ جمع کرنیکا شائق۔ مثل چوہے کے چور۔ لومڑی جیسا فریبی اور جعلساز۔ بندر کیطرح نقال۔ گدھے کیطرح احمق اور بیل کیطرح بے ہنگم ہوگا۔ چنانچہ اسی قسم کی مشابہتوں پر خداوند کریم کا یہ قول دلیل ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ
مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ
ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ؕ

زمین مین کوئی چوپایہ اسپر چلنے والا یا پرندہ اپنے دونون بازوؤن پر اُڑنے والا ایسا نہیں کہ تم مین سے بہت سارے لوگ اُسکے مشابہ نہ ہون ہم نے کتاب (قرآن) مین کوئی چیز نہیں چھوڑی جو بیان نہ کی ہو۔ پھر وہ (انسان) اپنے پروردگار کیطرف اُٹھائے جائینگے۔

اور گاہے شیطانون کے لباس مین نمایان ہوکر خود گمراہ ہوگا اور دوسرونکو بھی راہ راست سے بھٹکائیگا اور جھوٹ کو سچ کر دکھائیگا جیسا کہ پروردگار عالم جل شانہ نے فرمایا ہے۔

شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ

انسانون اور جنات کے شیطان جنمین کا ہر ایک اپنے دوسرے کو چکنی چپڑی باتین سنایا کرتا ہے۔

مگر جب ان تمام باتون کو موقع مناسب سے استعمال کرے اور اُس عقل کی رہنمائی پر چلے جو پسندیدہ اور شرع کے نور سے منور ہے تو وہ انسان کامل اور تمام مخلوقات باری سے اشرف و اعلی بھی ہوجائیگا اور اشرف المخلوقات کا سچا لقب پا سکیگا۔

ساتوان باب

انسان کیا چیز ہے ؟

ہر چیز کی ماہیت کا پتہ اسکی صورت ممیزہ سے لگتا ہے۔ کیونکہ وہی صورت اُسے اور چیزون سے ممتاز کرتی ہے۔ مثلاً چھری تلوار اور ہاون وغیرہ کی شناخت انکی مختلف شکلون سے ہو جاتی ہے۔ مگر چونکہ انسان کے دو جزو ہین ایک ظاہری جسم جو محسوس ہوتا ہے اور دوسری روح جو معقول ہے۔ جیسا کہ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:-

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ؕ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ

بیشک مین مٹی سے آدمی پیدا کرنیوالا ہون۔ پھر جب اسکو بنا کر اسمین جان ڈالون تو (فرشتو) تم اسکے لئے سجدہ کرو۔

اس لیئے ہر ایک جزو کے لحاظ سے اسکی ایک علیحدہ صورت بھی ہوگی۔ جسمانی محسوس صورت تو یہ ہے کہ اسکا قد سیدھا ناخن چوڑے اور جلد بدن صاف اور چکنی ہے اور وہ ضاحک ہے اور اسکی روحانی و معقول صورت عقل۔ فکر۔ غور اور نطق کی قوتون کا اسکی ذات مین موجود ہونا ہے جب اہل علم کہتے ہین کہ انسان ہی حیوان ناطق ہے تو ناطق سے صرف لفظی مفہوم نہین مراد لیتے بلکہ اس سے وہ تمام معانی مقصود ہین جنکو انسان کے ساتھ خصوصیت ہے۔ گویا ان تمام معنونکی تعبیر صرف لفظ ناطق سے کیگئی ہے۔ کیونکہ کبھی ساری چیز سے وہ حصہ ہی مراد ہوتا ہے جو اُسکے اندر خصوصیت کے ساتھ پایا جاتا ہو۔ یا اسمین اولیت اور شرف کا مرتبہ رکھتا ہو۔ مثلاً پوری سورتون کے نام سورۂ رحمٰن سورۂ یوسف سورۂ لایلاف وغیرہ رکھے جاتے ہین۔ مگر یہ اسماء صرف انکے ایک جزو عبارت ہین۔ انسان عام و خاص دو حیثیتون کے لحاظ سے انسان کہا جاتا ہے عموماً ہر ایک راست قامت اور قوت فکر و استفادۂ علم سے مختص ہونیوالے حیوان کو انسان

کہتے ہین لیکن خاص طور پر انسان اُس حیوان کو کہتے ہین جو حق کو پہچان کر اُسے سچے دل سے مانے اور نیکی کو معلوم کر کے اسپر تا امکان خود عمل بھی کرے۔ اور اسی معنے مین انسان ایک دوسرے سے اسقدر افضل اور متفاوت ہوتے ہین کہ انمین زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ جو شخص جسقدر ان معانی کو حاصل کر سکتا ہے اسیقدر وہ انسانیت مین بھی رتبہ پاتا ہے۔ کیونکہ انسانیت نام ہے انسانون کے ساتھ خصوصیت رکھنے والے کام کرنیکا۔ اور اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ فلان شخص مین بہت انسانیت ہے۔ یا فلان شخص انسانیت سے بے بہرہ ہے۔ اور جسطرح انسان کہلانیکی دو جہتین ہین اسیطرح حیوان ناطق بھی دو اعتبارون سے کہا جائیگا۔ ایک عام طور پر یعنے جس حیوان کی نوعی قوت مین حق اور نیک امر سے فائدہ اُٹھانیکی اہلیت ہو۔ مثلاً کہا جائے کہ انسان ہی کاتب ہے گدہا اور گھوڑا کاتب نہین ہوتا۔ یعنے انسان ہی مین کتابت سے استفادہ کی قوت ہے نہ کہ کسی اَور جانور مین۔ اور دوسرے خاص طور پر اُسے ناطق کہتے ہین یعنے اس لحاظ سے کہ وہ حق کی تحصیل کر کے اُسے سچے دل سے ماننا اور نیک کام کو سمجھکر اسپر عمل بھی کرتا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ زید ہی کاتب ہے نہ کہ عمر بھی۔ یعنے زید ہی کتابت جاننے کے ساتھ مختص ہے اسیطرح انسان کو عبد اللہ بھی دو جہتون سے کہا جاتا ہے۔ ایک بوجہ عموم جس سے وہ حیوان مراد ہے جو احکام آلہی ماننے کے لئے بنایا گیا ہے خواہ وہ اُن احکام کی پابندی کرے یا نہ کرے اور اسی کی طرف اللہ پاک نے اپنی اس کلام مین اشارہ فرمایا ہے:۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ط	جتنی مخلوقات آسمانون اور زمین مین ہے سبھی تو خدائے رحمن کے سامنے غلام بنکر حاضر ہو گی۔

اور دوسرے بوجہ خاص عبد اللہ کہلانیکا مستحق کہ احکام ایزدی کا پوری طرح پیرو ہوتا ہے جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط	بیشک جو میرے اصلی بندے ہین (اے شیطان) تیرا اُنپر کچھ بس چلیگا

غرضکہ اسیطرح انسان کی ہر ایک صفت سمیع ۔بصیر۔متکلم اور عاقل دو حیثیتون سے بولی جاتی ہے
اول جسمین تمام حیوانی زندگی کے خصائص جیسی تخیل۔نزاع (جھگڑالوپنا) اور شہوت پائی جاتے
ہون جو آواز سنتا ہو رنگونکی تمیز کرسکتا ہو۔لوگون کو قوت بیانیہ سے اپنے ارادہ پر آگاہ کرسکتا ہو
یا جسکو ایسی قوت و بجھتی ہے جیسی تکلیف کا بار پڑتا ہو۔اسکو ان صفتون سے بالعموم موصوف کرینگے
اور دوم جس مخلوق مین خداوند پاک کے قول وَلِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا کے مطابق حیات روحانی
و علمی پائی جاتی ہو جو حقائق معقولات کو سننے کی قوت رکھتا ہو۔زبان سے اپنی تحقیق کی ہوئی
باتون کو بیان کرسکتا ہو۔اور ایسی بصیرت رکھتا ہو جس سے اعتبارات کا ادراک کرسکے خصوصیت
ایسے ان صفات کا اطلاق ہوگا۔اور علم۔عقل۔سمع اور بصر کی ایسی زندگی کا اطلاق خاص معنونکے
ساتھ جس حیوان پر ہوتا ہے دراصل وہی اُن جاہل کفار کے زمرہ سے خارج ہوسکیگا جنکی شان
مین جناب باری نے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُونَ ارشاد فرمایا ہے۔

آٹھوان باب

انسان کا صلاح دارین کے قابل ہونا

موجودات عالم مین انسان ہی ایک ایسا مخلوق ہے جو صلاح دارین کی قابلیت رکھتا ہے
خداوند کریم نے جانداروں کی تین قسمین پیدا کی ہین۔ایک قسم صرف دنیا کی کام آسکتی ہے وہ حیوان مطلق
ہے۔اور دوسری نوع محض عالم آخرت کے کام کی ہے وہ فرشتے ہین۔اور تیسری قسم دنیا و آخرت
دونون کے لئے کارآمد ہے اور یہ انسان ہے۔گویا انسان ایک ادنیٰ جوہر یعنے حیوانات
اور دوسرے اعلیٰ جوہر یعنے ملائکہ کے مابین واسطے کے طور پر پیدا کیا گیا۔اور اسمین دونون عالم
کی قوتین جمع کردیگئین۔شہوت بدنی۔احتیاج غذا۔خواہش تناسل۔لڑنے اور جھگڑنے

یا اور ایسی ہی حیوانی صفتون کے لحاظ سے اسکا شمار حیوانات کی صف مین ہوتا ہے۔ اور عقل علم عبادت باری۔ صدق اور وفا یا ایسی ہی دوسری شریف عادتون اور اعلیٰ صفتونکی اعتبار سے وہ ملائکہ کے زمرہ مین داخل سمجھا جاتا ہے۔ انسان کو اسطرح متضاد قوتونکا جامع بنانے مین حکمت یہ ہے کہ جسوقت باریتعالیٰ جلشانہٗ نے اُسے اپنی عبادت خلافت فی الارض اور آبادی دنیا کے لئے بناکر یہ بھی ارادہ کیا کہ وہ جنت خلد مین اسکا ثمر حاصل کرسکے اور جوار رحمت مین جگہہ پانیکے قابل ہو اسوقت اگر صرف بہائم کیطرح اُسے جوہر عقل سے خالی پیدا کیا ہوتا تو وہ عبادت ایزدی اور اسکی خلافت کا اہل نہ ہوسکتا جسطرح بہائم اسکے اہل نہین اور جوار رحمت حق مین داخل نہین ہوسکتا۔ اور اگر ملائکہ کیطرح جسمانی حاجات سے پاک بنایا گیا ہوتا تو زمین کو آباد کرنیکے کام مین پورا نہ اُترتا۔ جیسے فرشتے اس خدمت کیلئے ناقابل پائے گئے اور خداوند کریم نے انکے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ط اسیواسطے حکمت الٰہیہ اسبات کی مقتضی ہوئی کہ انسان کی سرشت مین دونون قوتین جمع فرمائے تاکہ ایک جہت سے وہ زمین کو آباد اور دوسری جہت سے خدا کو یاد کرنیکی خدمت پر کمر باندھ سکے۔

ان امور کو پیش نظر رکھنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان دنیا اور آخرت دونون کے واسطے خلق ہوا ہے اور اسکی خلقت بلاوجہ نہین ہوئی جسکی بابت خود حق سبحانہٗ و تعالیٰ بھی یون ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ط (کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہین یونہی بے فائدہ پیدا کیا اور تم ہمارے پاس لوٹ کر پھر نہ آؤگے)۔ اسلئے انسان کامل وہی ہے جو منشائے الٰہی کے مطابق عمل کرے اور دنیا کو بسانیکے ساتھہ ہی اپنی آخرت سنوارنیکی بھی فکر رکھے۔ ورنہ صرف ایک قوت سے کام لینے اور دوسری قوت کو مہمل چھوڑ دینے سے وہ قانون قدرت کو توڑنیکا مجرم ہوگا جسکا انجام ہرگز عمدہ نہین ہوسکتا۔

نوان باب

ذات انسان کی تمثیل اور تصویر

حکمانے انسان کی ذات اور قوائے انسانی کی ایک ایسی تصویر مثالی بنائی ہے جسکی ذریعے سے اوراک عقل مین آنیوالی چیزین حس ظاہری کی تصویرین بہی آکر قریب الفہم ہوگئی ہین۔ وہ بیان کرتے ہین کہ انسان کی ذات عالم صغیر ہونیکی وجہ سے ایک ایسے شہر کی مانند ہے جسکی بنیاد استوار کیگئی ہو۔ عمارت پائدار بنی ہو۔ شہر پناہ کی دیوارین مستحکم اور بلند ہون۔ سڑکین سیدہی اور صاف بنائی گئی ہون۔ محلے باقاعدہ حصون مین تقسیم کیئے گئے ہون۔ مکانات مکینون سے آباد۔ راستے چلتے ہوئے۔ نہرین جاری۔ بازار کہلے ہوئے اور ہرپیشہ کے کاریگر لوگ کاروبار مین مصروف ہون۔ اسکے علاوہ اس شہر کا ایک بادشاہ اور حاکم بہی ہو اور اس بادشاہ کے وزیر۔ پرچہ نویس۔ افسر محکمہ ڈاک۔ خزانچی۔ اڈیکانگ۔ ترجمان اور میر منشی وغیرہ عہدہ داران سلطنت بہی موجود ہون۔ اور شہر کے رہنے والے نیک و بد دونون قسم کے آدمی ہون۔

اسیطرح انسان کی ذات مین سات قوتین جو جاذبہ۔ ماسکہ۔ ہاضمہ۔ دافعہ۔ نامیہ۔ غاذیہ اور مصورہ کے ناموں سے موسوم ہین۔ کاریگرونکی طرح اپنا اپنا کام کرتی رہتی ہین۔ عقل فرمانروا ہے جسکا منبع قلب ہے۔ قوت متفکرہ جو وسط دماغ مین رہتی ہے وزیر ہے۔ قوت متخیلہ جسکا مسکن دماغ کا اگلا حصہ ہے محکمہ ڈاک کی افسر ہے۔ حواس خمسہ جنکے رہنے کی جگہین آنکہ۔ ناک۔ کان۔ زبان اور ہاتہہ ہین پرچہ نویسون کی خدمت ادا کرتے ہین۔ قوت حافظہ جو دماغ کے پچہلے حصہ مین رہتی ہے خزانچی کے عہدہ پر مامور ہے۔ قوت ناطقہ جسکا آلہ زبان ہے ترجمان کے فرائض ادا کرتی ہے اور قوت کتابت جسکا آلہ ہاتہہ ہی میر منشی کی

کی جگہ کام دیتی ہے اور اس شہر کے اچھے اور برے رہنے والے انسان کی وہ قوتین ہین جنہین نیک اور بد عادات کہتے ہین۔

جسطرح حاکم پاک مشرب اور نیک طینت ہو اور شریعت ایزدی کے موافق لوگونپر حکمرانی کرے تو وہ زمین پر خدا کا سایۂ رحمت ہوتا ہے کیونکہ روایت کیگئی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ روے زمین پر خدا کا سایہ ہے اور تمام لوگونپر اسکی اطاعت واجب جسکی بابت باریتعالی یون ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ	خدا اور رسول اور اپنے حکام کی اطاعت کرو۔

اسیطرح نفس کی تمام قوتون کو سلطان عقل کی اطاعت کرنا لازم ہے۔اور جس طریقہ پر خداوند کریم نے اپنے قول پاک:۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط	اور ہم نے انسانون مین سے ایک کو دوسرے پر بلند درجہ دیا تاکہ انمین کا ایک شخص دوسرے کو اپنا مسخر بنائے۔

مین آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے انسانون کے مراتب ایک دوسرے سے کم وبیش رکھے ہین۔ اسی طرز پر نفس کی قوتون کو بھی متفاوت بناکر انمین سے ہر ایک کو اپنے سے بالاتر قوت کا محکوم اور کم درجہ کی قوتونپر حکمران قرار دیا۔ مثلاً خواہش نفسانی کی قوت۔ قوت غضبیہ کی محکوم ہے اور قوت غضبیہ قوت عاقلہ کی اطاعت کرتی ہے اور قوت عاقلہ کو نور شرع سے منور بننا اور اسکے احکام کا پابند رہنا لازم ہے تاکہ یہ سب قوتین ایک دوسرے کو امداد پہونچاتی رہین اور باہم فساد و عداوت نہ رکھین اور جنکی بابت خداوند کریم جلشانہ یون فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ط	اور ہم نے انکے سینون سے رنجش کو نکالکر انہین باہم بھائی بھائی بنادیا جو تختونپر ایکدوسرے کے آمنے سامنے خوشی خوشی بیٹھے ہین۔

اور جیسے بمضمون قول باریتعالی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ط

اور اسطرح ہم نے ایک بستی مین بڑے بڑے بدکار لوگ بھی پیدا کیے تاکہ وہ انہین فتنہ انگیزیان کرتے رہین۔

اور

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ۔

اور ایسے ہی ہم نے ہر ایک نبی کے لئے چند آدمیون اور جنون کے شیطان دشمن بنائے۔

ہمیشہ دنیا کے شریر لوگ انہین مفسدہ پردازی کرنے اور نیک لوگون کو ستاتے رہنے سے باز نہین آتے۔ ویسے ہی انسان کی ذات مین بھی چند خراب کرنیوالی قوتین مثل خواہش نفسانی شہوت اور حسد وغیرہ کے فتنہ برپا کرتی اور عقل وفکر کی عداوت پر کمر باندھے رہتی ہین۔

نیز حسب انداز پر آیات پاک :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ط

مسلمانو! تم اپنے لوگون کے سوا کسی اور کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ کہ وہ لوگ تمہاری خرابی کے درپے اور تمہیر مصیبت لانیکی فکر مین لگے رہتے ہین۔ دشمنی کی باتین تو انکے مونہون سے نکلتی ہی رہتی ہین۔ اور جو کچھ انکے دلون مین نہان ہے وہ بہت ہی زیادہ ہے۔ ہم نے تم سے نشانیان بیان کردی ہین اب اگر تم سمجھتے ہو تو سمجھ لو۔

اور :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ط

اے مسلمانو! تم یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ رکھو۔

اور

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ ط

اور یہ کہ حکم کر درمیان انکے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری اللہ نے اور مت پیروی کر خواہشون انکی کی اور ڈر ان سے کہ فتنہ مین ڈالین تجھکو۔

مین حاکم کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ امر حق کا اتباع کرے اور شریر لوگون کی بات نہ سنے اور نہ اپنے اعتماد رکھے۔ اسیطرح انسانی عقل و فکر کا فرض ہے کہ وہ بُری عادتون اور قوتون کی پیروی سے الگ رہین۔ اور اللہ پاک نے اپنے قول۔

وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ | اور جسقدر تم سے ہوسکے سامان جنگ اور عمدہ گھوڑے مہیا رکھو جسکے ذریعہ سے خدا کے اور اپنے دشمن کو خوف دلا سکو۔

مین فرمانروا مسلمانون کو اسبات کا حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانون کے دشمنون سے مدافعانہ جنگ کرتے رہین۔ لہذا عقل سلیم پر بھی واجب ہے کہ ہوائے نفسانی سے سخت عداوت رکھے کیونکہ ہوائے نفس بقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے دشمنون مین شمار ہوتی ہے۔ جیساکہ ارشاد ہوا "روئے زمین پر کوئی معبود ہوی سے بڑھکر خدا کو ناپسند نہین ہے"! اور اسکے بعد آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ غرضکہ جسطرح شیطان انسان کو مغلوب کرنیکے بعد یادِ خدا سے غافل کر دیتا ہے۔ بعینہ ہوی بھی ایسا ہی اثر رکھتی ہے۔ اور جسطرح مسلمان حاکم کو اجازت دیگئی ہے کہ جب وہ اپنے دشمنوںپر غالب نہ آسکتا ہو تو اُنسے صلح کرلے۔ چنانچہ باریتعالی فرماتا ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ | اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے بازو جھکائین تو تم بھی اُدھر مائل ہوجاؤ۔

مگر باوجود مصالحت ہوجانیکے انپر اعتبار کبھی نہ رکھے۔ جیساکہ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ اسیطرح عقل پر بھی واجب ہے کہ جب وہ نفس کی شریر قوتون سے مقابلہ مین عہدہ برآ نہ ہوسکے تو اُنسے صلح و آشتی کرلے۔ لیکن ایسا نہ کرے کہ بالکل اُنہی کے بھروسے پر ہو بیٹھے بلکہ اُنسے بچاؤ اور انکے مغلوب بنانے کی اندرونی طور پر فکر و تدبیر بھی کرتی رہے۔ اور اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ:-

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ط

پھر جب ماہ ہائے حرام نکل جائین تو مشرکین کو جہان وہ ملین قتل کر دو۔ اور انکو پکڑو اور گھیر کر اپنے قابو مین لاؤ اور ہر کمینگاہ مین انکے واسطے تاک لگا کر بیٹھو۔

یعنے مسلمان فرمانروا جسوقت اپنے آپ مین اسقدر قوت پائے کہ عہد شکنی کر کے دشمنان دین کو مغلوب بنا سکے تو وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے مین درنگ نہ کرے۔ اسیطرح جب عقل کو بھی نفسانی قوتون پر دباؤ ڈالنے کا موقعہ ہو اُسے چوکنا نہ چاہئے اور جیکہ بفحوائے قول باریتعالی

اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ط

بیشک ہم نے شیطان کو انہی لوگونپر مسلط کیا ہے جو اس سے دوستی گانٹھنے کے درپے رہتے ہین اور جو لوگ خدا کے ساتھ اور ونکو شریک بناتے ہین

شیاطین انس و جن کا جادو صرف اُنہی لوگونپر چل سکتا ہے جو انکی دوستی پسند کرین اور جن لوگون نے ایمان کے استوار قلعہ اور خدا کی پناہ کے مامن مین جگہ لی ہو وہ اُن سے بچے رہینگے اسیطرح اگر صواب اندیش عقل خوف خدا سے قوت (امداد) اور اسکی توفیق سے پناہ چاہیگی تو ہوائے نفسانی اسپر کبھی قابو نہ پاسکیگی۔ اسیواسطے عقل کو سزاوار ہے کہ وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کیطرح جنہون نے کہا تھا کہ۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ط

اے پروردگار تو اس بستی کو امن کی جگہ بنا اور مجھ اور میرے بیٹون کو بتون کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔

ہوئی ستر ہ حرص اور امل سے خدا کی پناہ مانگتی رہے۔ اور اپنی ذات کو ان بالون اور انکے علاوہ تمام دیگر بری قوتون سے پاک وصاف بنائے کیونکہ بُری قوتین اور بداردے

انسان کی ذات ایسے ہیں نبون کے قایم مقام ہیں جنکی عبادت سے وہ بہت کم بچ سکتا ہے - چنانچہ جناب باریتعالی خود بھی اسکی بابت ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ط	انہین سے اکثر لوگ خدا پر ایمان بہی لاتے ہین تو پھر بھی مشرک ہی بنے رہتے ہین -

علمائے اخلاق نے اسکی ایک اور مثال بہی حسب ذیل بیان کی ہے - وہ کہتے ہین کہ ہر ایک انسان اپنے جسم کے مقابلہ مین وہ حیثیت رکھتا ہے جو ایک حاکم کو اپنے شہر مین حاصل ہوتی ہے اور جسکو یہ حکم ملتا ہے کہ اپنے شہر کو گندگیون سے پاک رکھو اور وہان کے رہنے والون مین سے جو لوگ ادب قبول کرسکین انکو ادب کہاؤ اور وہان کے چرند اور درند جانورون مین سے جو محنت و مشقت لینے کے لائق ہون انسے کام اور محنت لو پھر انہین سے جو مفسد ہون اور تادیب اور ریاضت کو قبول نہ کرین انہین قید و بند یا قتل کردو - مگر یاد رکھو کہ قتل کرنے مین حق کا اتباع رکھنا ضروری ہے کیونکہ باریتعالی کا فرمان ہے کہ۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط	جس جان کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اُسے نہ مارو مگر حق سے - یعنے جبکہ شرع سے اُسکے مارنے کی اجازت ہو۔

لیکن اگر تم اسکی زمین کو نجاستون سے طاہر بنالو - وہان کے مفسدون کو تنبیہ دینے اور حیوانات و سباع کو رام کرنے سے عاجز ہو تو کم از کم اتنا تو ضرور خیال رکھنا کہ اپنی ذات کو وہان کی گندگیون سے آلودہ نہ کرڈالو - یا وہان کے درندے تمکو ہی پہاڑ ڈالین - اور سرکش لوگ تمہین اپنے قابو مین لے آئین تاکہ اگر تم انپر غالب نہ آسکو تو اُن سے مغلوب بہی نہ ہو جاؤ -
اب غور سے دیکھا جائے تو اس حکم کی تعمیل مین انسانون کی تین قسمین پائی جائینگی - ایک قسم کے لوگ ایسے ہین جنہون نے ان حکمونکی بالکل تعمیل ہی نہین کی اور حق حکومت ادا کرنے مین سستی برت کر اپنے فرائض مین کوتاہی کی - جسکا انجام یہ ہوا کہ وہ خود ہی زخمی اور گرفتار ہو کر

بدنام اور آفت مین مبتلا ہو گئے ۔ قسم دوم مین وہ اشخاص ہین جنھون نے ان سب حکمونکی پوری طرح تعمیل کرکے اپنا فرض ادا کیا اور خدائے پاک کی جناب مین سرخرو ہوئے ۔ تیسری قسم کے لوگ ایسے ہین جنھون نے کبھی محنت اور کوشش کی اور گاہے ہا تہہ پیر ڈالکر بیٹھ گئے ۔ وہ چوٹ بہی کھاتے رہے اور دوسرونپر چوٹ بہی کرتے رہے ۔ مغلوب ہوئے اور غالب بہی آئے ۔ غرضکہ نہ بالکل نافرمان بنے اور نہ پوری طرح فرمانبردار اور ادائے فرائض کے پابند رہے ۔ انکی بابت خداوندکریم ارشاد فرماتا ہے ۔

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ	ان لوگون نے ایک اچھا اور دوسرا برا کام کرکے اپنی حالت کو گڈ مڈ کر رکھا ہے ۔ مگر امید ہے کہ خدا انکی توبہ قبول کرلے ۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ انسان کو تخیل غضب اور شہوت کی قوتون کے مقابلہ مین رکھکر دیکھا جائے تو اسکی مثال ایسے شخص کی سی ہوگی جسکو سفر مین تین ایسے ساتھیون سے میل جول رکھنا پڑا ہو کہ نہ وہ اُنسے جدا ہو سکتا ہے اور نہ بغیر انکے اپنا سفر ہی ختم کر سکتا ہے ۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔

ومن نکد الدنیا علی الحر ان یری عدوا لہ ما من صداقتہ بد فیا نکد الدنیا متی انت ناَزح عن الحر حتی لا یفارقہ ضد	آزاد منش اور شریف آدمی پر دنیا کی یہ سخت آفت ہے کہ وہ اپنے ایک دشمن سے دوستی رکھنے پر مجبور ہو ۔ اے گردش زمانہ تو کب اس شریف آدمی کو چھوڑیگی تاکہ وہ اپنے مخالف کے قرب سے کنارہ کش ہو سکے ۔

اُن تین ساتھیون مین سے ایک اسکے آگے رہتا ہے جو اسکا محافظ اور نگران ہے مگر سخن سازانہ دغاباز اور مکار ۔ جہوٹی باتین بنانے والا اور غلط بیانی کے پُل باندھنے والا ۔ جو سچ کو جہوٹ سے ملا کر اور راستی کو خطا سے آمیزش دے کر دکھانے کا عادی ہے ۔ اور بہتکم انسان کو سیدہے راستہ پر چلاتا ہے ۔

دوسرا ساتھی اگرچہ دنیاوی زندگی مین انسان کا دست راست اور قوت بازو ہے جو اکثر اوقات اُسے دشمنون کی زد سے بچانیکا فائدہ دیتا ہے اور اسکے اعزاز کو قائم رکھتا ہے۔ مگر ساتھ ہی بسا اوقات خود انسان کو بھی اسقدر جوش دلا دیتا ہے کہ وہ راہ راست سے برگشتہ ہوکر نہ کسی نصیحت کی شنوائی کرسکتا ہے اور نہ اسکے دل مین رحم و مہربانی کی گنجایش رہتی ہے۔ بس وہ بالکل ایک پُرشور سیلاب کیطرح جو نشیبی زمین کیطرف روان ہوکر دیہات اور قصبون کو بہا دیتا ہو۔ خونخوار بنجاتا ہے۔ یا اس شعلۂ آتش کی طرح جو خشک لکڑیون کے ڈھیر مین پڑکر اُسے خاک سیاہ کرکے رہتا ہو۔ برباد کرنے کا شایق ہوجاتا ہے۔ اسلیے ضرورت ہے کہ انسان اس ساتھی کو ہمیشہ مائل بسکون کرکے دوسرونکے مقابلہ مین اُسے اپنی سپر بنائے اور خود بھی اسکی زد سے بچتا رہے۔ کیونکہ اسکی اور انسان کی وہی مثال ہے جو شیر سوار کی شیر کے ساتھ ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ تو اس سے ڈرتے ہی ہین لیکن وہ خود بھی دل ہی دل مین شیر کے خوف سے ہر وقت کانپتا رہتا ہے۔

اور تیسرا ساتھی انسان کی بائین جانب رہتا اور اسکے کھانے پینے کا سامان بہم پہونچاتا ہے لیکن یہ نہایت حماقت مآب چھوٹا۔ گندہ اور پُرشہوت ہونیکی وجہ سے ایسا ہے جیسے ایک بھوکا سور غلاظت کے ڈھیر پر چھوڑ دیا جائے اور وہ اسی کو کھانے مین مصروف ہوجائے۔ بسا اوقات یہ دوست انسان کو حرام خواری پر مجبور کردیتا ہے اور انسان کو ان ساتھیونکی خرابی معلوم ہونیکے باوجود صبر و تحمل سے رہنے کے ساتھ قطع مسافت کرنیکے سوا کوئی چارہ نہین رہتا۔ یہانتک کہ وہ سفر کی دشوار گذار گھاٹیون سے گذر کر اُس پاک سرزمین مین پہونچ جائے جہان نور ایمان کی روشنی ہر طرف لمعہ افگن ہے اور شیر و بکری ایک ہی گھاٹ پانی پیتے ہین۔ کیونکہ اس مقام پر پہونچکر انسان اُن ساتھیون کی دشمنی سے مامون و محفوظ ہوجائیگا۔ رہی یہ بات کہ انسان ان عدو جان ساتھیونکی شرارت سے بچنے کی کیا تدبیر کرے؟ اسکی مناسب تدبیر یہ ہے کہ قوت غضب کو قوت شہوانی پر مسلط بنادے تاکہ وہ اُس کا زور توڑے

۔۔ اور یہ اسکے جوش کو ٹھنڈا کرتی رہے۔ یعنے قوت غضبیہ جسکی ایک شاخ غیرت بھی ہے گندہ خواہشون سے بچنے کی سبیل ٹھہرے گی۔ اور اکل حلال کی قوت حیوانی جوش غضب کو فروکرنے مین مدد دے گی۔

رہگیا تیسرا ساتھی یعنے مبہوت بنا دینے والا سخن ساز جسکو قوت وہم کہتے ہین۔ اسکی کوئی بات ہی نہ سنے۔ ہان مگر جب وہ اپنی صداقت کا یقین دلا نیکے لئے سخت قسم کھائے تو اسوقت مان لے کہ یہ واقعی سچا ہے اس تدبیر سے وہ تینون مخالف مزاج ساتھیون کو آپسمین ہی لڑاتا اور اپنے تئین انکی شرارتون سے بچاتا ہوا ارض مقدسہ یعنے دارالامن مین جا پہونچیگا۔ اور انکی دستبرد سے آزاد ہو جائیگا۔

دسوان باب

ہستئی عالم کا مقصود اصلی صرف انسان ہے اور باقی تمام چیزین اسی کے لئے پیدا کیگئی ہین

آفرینش عالم کا مقصد اور اسکے بتدریج عالم ہستی مین لانیکی غرض صرف حضرت انسان کا وجود ہے کیونکہ ارکان اربعہ یعنے مٹی پانی ہوا اور آگ کی ترکیب سے نباتات کی ایجاد مقصود تھی۔ اور نباتات کے پیدا کرنے سے حیوانات کا عالم وجود مین لانا مد نظر تھا۔ اور ایجاد حیوانات کا مقصد اصلی اجسام بشری کا حصول تھا جسکی علت غائی نفس ناطقہ یا روح ناطقہ کا وجود ہے۔ جو خدا کی زمین مین اسکا خلیفہ بنے اور اپنے فرائض پوری طرح ادا کرکے ابدی نعمتین حاصل کر سکے اور اسکی دلیل صرف خداوند پاک کا قول۔

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط	بتحقیق مین زمین مین اپنا ایک خلیفہ بنانیوالا ہون۔

کافی ہے۔ خداوند کریم نے اپنے قول :-

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ؕ

اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور انہین خشکی اور تری مین (جانورون اور کشتیون پر) سوار کیا اور انہین پاک چیزین بطور روزی کے دین۔ اور انہین اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزون پر فضیلت عطا کی۔

مین صاف طور پر فرما دیا ہے کہ اس نے انسان ہی کو تمام عالم کا ماحصل اور انتخاب بنا کر اُسے عزت و کرامت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور باقی موجودات کو اُسی کے لئے کارآمد چیزین اور سامان بسر اوقات کے طور پر بنایا۔ جسکی تفصیل کے لئے انسان پر اپنا احسان جتاتے ہوئے یون ارشاد کیا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی خدا ہے جس نے روئے زمین کی تمام چیزین تمہارے لئے پیدا کین۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی فضیلت کس اعتبار سے تسلیم کیجائے جسمانی قوت اور تنومندی کے لحاظ سے ہاتھی اور اونٹ انسان سے کہین طاقتور اور قوی ہیکل ہین۔ درازی عمر مین گدھ اور سانپ کا درجہ بہت بڑھا ہوا ہے۔ جرأت اور دلیری مین شیر اور چیتے کے سامنے انسان کی کوئی ہستی نہین۔ لباس کی خوبصورتی مین مور اور تیتر اس سے بڑھکر دلفریب ہین۔ قوت جماع مین چڑے اور گدہے کو انسان پر فوقیت حاصل ہے۔ تمول اور سونے چاندی کے ڈھیر پاس ہونے مین معدنون اور پہاڑون کا نمبر اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے اسبارہ مین کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

لولا العقول لکان ادنی ضیغم
ادنی الی شرف من الانسان

اگر عقل و دانش نہ ہوتی تو بہ نسبت انسان کے ایک معمولی درجہ کا شیر زیادہ معزز ہوتا۔

ولما تفاضلت النفوس و دبرت ایدی الکماۃ عوالی المران

اور نفوس کو ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنیکی خواہش اور بہادرون کے ہاتہون کو اعلیٰ درجے کے نیزے پہرانیکی تدبیر سے رغبت نہ ہوتی۔

اور نہ انسان اپنے اُس عنصر ہی کے باعث جس سے وہ مخلوق ہوا کوئی برتری رکہتا ہے جیسا کہ ابلیس نے گمان کر کے کہا تہا۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ؕ | تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُس (انسان) کو مٹی سے۔

بلکہ انسان کا شرف اُن باتون کیوجہ سے ہے جو پروردگار عالم نے اُسکے لئے مخصوص فرمائی ہین اور وہ معنے جو اُسکی ذات مین امانت رکھے ہین اور وہ امر جو خاص انسان کے لئے مناسب بنایا گیا اسکیطرف پروردگار جلشانہ اپنے کلام پاک،

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ؕ اور خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔

پہر جسوقت مینے انسان کا پتلا ٹہیک کر کے اسمین اپنی روح پہونکی (جان ڈالی) تو (اے فرشتو) تم اسکیلئے سجدے کے لئے گرو۔ . . . مینے اُسے اپنے ہاتہون بنایا۔

مین ارشاد فرمارہا ہے۔ چنانچہ جسوقت خداوندکریم نے ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی فضیلت پر آگاہ کیا وہ فوراً سمجہہ گئے اور تعمیل ارشاد کر کے سجدہ مین گر پڑے لیکن ابلیس جسنے صرف آدم علیہ السلام کی ظاہری حالت اور جسمانی ساخت پر ہی خیال کیا تہا فرمان الٰہی کا مطلب نہ سمجہہ سکا اور اس نے اُن معنو نپر ذرا بہی غور نہین کیا۔ جو حق سبحانہ نے آدمؑ کی ذات مین ودیعت رکہے تہے۔ نہ وہ خلقت آدمؑ کے نتیجہ پر پہونچ سکا۔ اسلئے اس نے سجدہ سے انکار کیا اور نشۂ غرور مین مست ہو کر ذلیل وخوار بنا۔ کفار بنی آدمؑ نے بہی انبیا علیہم السلام کی تردید اور انکی نبوت سے انکار کرنے مین ابلیس ہی کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے تہے

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ اور

یہ (پیغمبر) تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے جو تم پر اپنی بڑائی جتانا چاہتا ہے۔ کفار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے تہے؛۔

مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط	اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ تو کھانا کھاتا اور بازاروں مین چلتا پھرتا ہے۔

اسی لئے حق جل وعلی شانہ نے

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ط	اور تم انکو اپنی طرف ٹکٹکی لگا کر نظر کرتے دیکھو گے۔ حالانکہ انہین کچھ سوجھ نہین پڑتا۔

ارشاد فرما کر اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آگاہ فرما دیا کہ انبیا علیہم السلام کو جو فضیلت دی گئی ہے وہ انکے جسم ظاہری کے لحاظ سے نہین بلکہ اُن مخفی خوبیون کے لحاظ سے ہے جو انکی طبائع مین ودیعت رکھی گئی ہین اور کفار کی ظاہر بین آنکھین اُن خوبیون کے انوار دیکھنے سے عاجز ہین۔ یعنے وہ اُن اسباب کو نہین سمجھتے ہین جنکے ذریعہ سے ہمنے انسان کو شرف واعزاز عطا کیا ہے۔ لہذا جو شخص یہ توفیق پائے کہ اُن بزرگیون اور حصول ترقی کے اسباب کا تصور کر سکے جو اسے منجانب اللہ ملی ہین اور پھر انکے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے وہ نہایت خوش قسمت ہے، اور کامیابی دارین اسی کے حصہ مین آئے گی۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط	اور عقل والون کے سوا اور کوئی متنبہ نہین ہو سکتا

گیارہوان باب

انسان کس غرض سے پیدا کیا گیا۔ اور اسکی منازل ترقی کون کونسی ہین؟

خداوند کریم نے اپنے کلام پاک مین بمقتضائے مصلحت مختلف موقعون پر خلقت انسان کی متعدد غرضین بیان فرمائی ہین۔ مثلاً یہ کہ وہ عبادت الٰہی بجالائے۔ خدا کی مدد کرے۔ (یعنے

اُسے پہچان کر اسکے احکام کی تعمیل کرے۔ اسکی زمین کو آباد کرے اور اسکا خلیفہ بنے۔ چنانچہ ان سب باتوں کیطرف ذیل کی آیات مین اشارہ کیا گیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ	ہم نے انسانون اور جنون کو نہین پیدا کیا مگر اسلیٔے کہ وہ ہماری عبادت کرین۔

اسمین بتایا ہے کہ جن و انس کی خلقت کی غرض خدا کی عبادت ہے۔

إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ط	بیشک مین زمین مین ایک خلیفہ مقرر کرنیوالا ہون۔

اسکا یہ مطلب ہے کہ انسان کو زمین مین خلافت الٰہی دینا مقصود تھا۔ پھر

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ط	ہر آئینہ مین انکو زمین مین اپنا خلیفہ بناؤنگا۔

سے بھی اسی بات کی تاکید فرمائی تاکہ معلوم ہو کہ یہ غرض اہمترہے۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط (اور)	تاکہ خدا جان لیوے کہ اسکے اور اسکے رسولون کے غیب پر ایمان لاکر کون مدد کرتا ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ	اے ایمان والو خدا کے مددگار رہو۔

مین واضح کیا گیا کہ نصرت حق بھی خلقت انسان کی ایک غرض ہے۔

وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا ط	اور تم سے آبادی زمین کی خدمت لینی چاہی۔

مین اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ زمین کو آباد کرنیکا کام بھی اسی مخلوق کو تفویض ہونا تھا۔

غرضکہ ان تمام باتون سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو جن امور کا ذمہ دار بنایا گیا اور کوئی مخلوق انکے بار اٹھانیکے قابل ہی نہ تھی۔ ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اور اسی لئے خداوند پاک نے فرشتون کو انکے اعتراض کا جواب دیا۔

إِنِّيْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط	بیشک مین وہ کچھ جانتا ہون جو تمہین معلوم نہین

کیونکہ اللہ پاک صرف چار وجوہ سے موجودات کو ایجاد مین لایا اور اپنے افعال کا فاعل بنا جو کہ حسب ذیل ہین :-

اول - جو افعال باریتعالی نے بذات خاص کئے وہ افعال ابداع کہلاتے ہین - جسکے معنی کسی چیز کو نیست سے ہست بنانیکے ہین اور پروردگار عالم نے اپنے قول :-

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط	آسمان وزمین کا بلا ذریعہ کسی مادہ یا سابقہ مخلوق کے پیدا کرنے والا (خدا ہے)

مین اسی کیجانب اشارہ فرمایا ہے

دوم - ایسے افعال جنمین خلاق عالم جلشانہ نے اپنے اُن فرشتون سے خدمت لی ہے جنکا نام "قوم التکوینات" رکھا ہے یہ صورت ایک شئے کو نقص سے کمال کیطرف لانیکی ہے اور اسکا فاعل محسوس نہین ہوتا جیسا کہ خدا نے اپنے قول :-

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ط	پھر چند (فرشتے) انتظام کرنیوالے احکام آلہی کے ہین۔

مین بیان فرمایا ہے ایسے فرشتے جو بحکم خداوندی انتظام عالم کرتے ہین تین قسم کے ہین -

ایک قسم کو اجرام آسمانی کا انتظام سپرد کیا گیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اسرافیل میکائیل جبرائیل - رضوان - اور عرش کے گرد حلقہ کئے رہنے والے فرشتے ہین جنکی حالت خداوند پاک کے اس قول مین بیان ہوئی ہے :-

وَتَرَى الۡمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيۡنَ مِنۡ حَوۡلِ الۡعَرۡشِ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَقِيۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ط	اور اے پیغمبر تم (قیامت کے دن) فرشتون کو دیکھوگے کہ وہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے کھڑے ہین - اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح کررہے ہین اور اُسدن لوگون کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائیگا اور آخرکار سب باتون کے بعد ہر طرف سے پکار اُٹھیگی کہ سب تعریفین خدا ہی کو سزاوار ہین جو تمام جہانون کا پروردگار ہے -

اور قول باریتعالیٰ۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ الآیۃ	وہ فرشتے جو عرش کو اٹہائے رہتے ہین اور وہ جو اسکے ارد گرد ہین۔

مین بہی انہی کا حال بیان ہوا ہے۔

دوسری قسم کو ارکان ہوا کا انتظام اور اسکی تدبیر تفویض کیگئی ہے۔ مثلاً ہوا کو چلانے والے فرشتے اور ابر کو اٹہانے والے ملائکہ جنکی بابت فرمایا گیا ہے۔

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا۔ اور	اور آہستہ ہواؤن کو چلانے والے فرشتے۔
وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۔	وہ فرشتے جو کافرونکے جسم مین غرق ہوکر سختی کے ساتہہ انکی جان نکالتے ہین۔

اور تیسری قسم اہل زمین کے کاروبار انجام دینے والے ملائکہ ہین جنکے اوصاف خداوند پاک کے اس قول مین بیان ہوئے ہین:۔

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ ط	اس (انسان) کے پیچہے اور آگے باری باری سے خدا کے موکل (فرشتے) لگے رہتے ہین۔ جو بحکم الٰہی اسکی حفاظت کرتے ہین۔

یا ان فرشتون کیطرح جنکا ذکر رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جنین کیحالت بیان فرماتے ہوئے کہا ہے کہ خداوند کریم ایک فرشتہ بہیجتا ہے جو بیجان بچہ کے قالب مین رحم مادر کے اندر روح پہونکتا ہے یا مثلاً حفیظ۔ رقیب اور عتید وغیرہ جن فرشتون کے نام ہین اور وہ فرشتے جنکا ذکر پروردگار عالم نے اسپنے قول:۔

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ ط	کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہین ہے کہ تمہارا پروردگار تکو تین ہزار فرشتے زمین پر نازل فرماکر مدد دیتا ہے۔

مین فرمایا ہے۔

سوم۔ وہ افعال ہین جو خالق بیچون نے عناصر اربعہ اور موجودات عالم مین ودیعت رکھی ہین۔ مثلاً آگ کو جلاڈالنے اور پگھلانیکی قوت عطا فرمائی ہے اور پانی کو تر کرنیکی طاقت دی اسیطرح ہر ایک چیز کو خواہ وہ جمادات مین سے ہے یا نامیات وغیرہ مین سے۔ کوئی نہ کوئی خاصیت ضرور مرحمت کی ہے۔ اور اپنے قول پاک :۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ	اور چاند وسورج کو تمہارا تابع بنایا۔

مین یا اسی قسم کی دیگر آیتون مین ان امور سے آگاہ فرمادیا ہے۔

چہارم۔ ظاہری کاریگریان اور پیشے جنمین انسان سے خدمت لی ہے اور اُسے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ یہ ایسی چیزین ہین جنمین سے اکثر ونکی صناعت چھ باتون کی محتاج رہتی ہے۔ ایک عنصر جس سے وہ بنائی جائے۔ دوسری جگہ۔ تیسری وقت۔ چوتھی حرکت قوت۔ پانچوین اعضاء اور چھٹے اوزار۔ اس قسم کی کاریگری انسان کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ملائکہ اسکے مناسب حال نہین ہے اور جسطرح بقول باریتعالی

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ؕ	ہم مین سے ہر شخص کا ایک خاص مقام ہے جو اسکو معلوم ہے

ہر ایک فرشتے کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ اسیطرح ہر قسم اور فرقہ کے انسانون کا بھی ایک مقام اور درجہ رکھا گیا جنکی طرف آیہ کریمہ

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ	کہدے اے پیغمبر کہ ہر شخص اپنے طور پر کام کرتا ہے۔
اور اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ	دیکھو ہم نے کسطرح بعض انسانونکو بعض پر فضیلت دی ہے

مین اشارہ کیا گیا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

کل میسر لما خلق له ۔	ہر شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اُسی کے کرنے پر آسانی سے آمادہ ہوتا ہے۔

مگر ہان یہ ہے کہ بموجب قول باریتعالی :۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ	فرشتے خدا کے احکام کی نافرمانی نہین کرتے اور انہین جو حکم ملتا ہے اسکی تعمیل کرتے

فرشتے عام طور پر نافرمانی کی علت سے بری ہین۔ اور بنی آدم احکام الٰہی کی تعمیل مین فرمانبردار۔ اور نافرمان دونون قسم کے ہین۔ یا مجملاً یہ کہا جائے کہ انسان تین قسم کے پائے جاتے ہین۔ ایک قسم کے انسان وہ ہین جنہون نے احکام باری کو بالکل ترک کر دیا ہے اور جس غرض کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہین اس سے دور جا پڑے ہین اور شیطان کی پیروی اور بتون کی عبادت مین مصروف ہین۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہین جو نہایت کوشش کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے پر قائم ہو کر اس آیت پاک کے مصداق اور موصوف بنے ہین کہ:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ط

خدا کے وہ بندے جو زمین پر آہستگی اور نرمی کے ساتھ چلتے ہین۔

اور تیسری قسم کے انسان وہ ہین جو اچھے برے دونون راستون پر نوبت بہ نوبت چلتے ہین جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا۔

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ

ایک اچھا اور ایک برا کام کرکے دونون کو باہم گڈمڈ کر دیتے ہین

ان لوگون مین سے جنکی نیکیان بدیون پر غالب ہونگی انہین جزائے خیر کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور انہی تینون قسم کی جانب پروردگار عالم نے اپنے قول

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ط

اور اسوقت تم لوگون کی تین قسمین ہونگی۔ ایک تو داہنے ہاتھ والے سو داہنے ہاتھ والون کا کیا کہنا۔ اور ایک بائین ہاتھ والے سو بائین ہاتھ والونکا کیا ہی برا انجام ہے۔ اور تیسرے جو سب سے آگے بڑھ گئے ہیں وہ آگے ہی بڑھنے کے قابل ہین کیونکہ یہی بارگاہ خداوندی کے مقرب ہین۔

مین اشارہ فرمایا ہے اور دوبارہ پھر انہی کی تقسیم بیان بھی کی ہے۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ

پھر اگر وہ مقربین مین سے ہوگا تو اسکے لئے آرام ہے آسائش

وَرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝

اور با فراغت روزی اور مزے کے بہشت۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والون مین سے ہے تو اُس کو کہا جاوےگا کہ اے داہنے ہاتھ والون مین کے شخص تجھپر سلامتی ہو اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہون مین سے ہے تو کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے۔ اور جہنم مین دھکیل دیا جاتا۔

اور اکثر اشخاص اس قسم کے بھی ہوتے ہین جو اپنی طرف سے اطاعت احکام آلٰہی اور اسکی فرمانبرداری پر آمادہ نہین ہوتے لیکن خداوند پاک بلا اسکے کہ انکو خبر ہو خود ہی اُن سے اپنی خدمت لیلیتا ہے جسطرح فرعون سے حضرت موسیٰ کی پرورش کرائی۔ یا فرعون ہی کو ساحرونکے جمع کرنیکی ترغیب دلائی تاکہ وہ اجتماع انکے ایمان لانیکا سبب ہو جائے۔ اور یوسف علیہ السلام کے بھائیونکی حرکت کا یہ انجام مقرر کیا کہ یوسف علیہ السلام کو مصر مین پہونچا کر اُنہین اُنکے ہی ہاتھون ذلیل ورسوا کیا۔ چنانچہ ایسے ہی معاملات کے متعلق ایک شاعر نے کیا خوب لکھا ہے :-

قصدت مساءتي فاجتلبت مسرتي
وقد يحسن الانسان من حيث لا يدري

تم نے ارادہ تو یہ کیا تھا کہ مجھسے بدسلوکی کرو لیکن اُلٹے میری خوشی کے موجب ہوئے۔ اور کبھی انسان ایسی طرح نیکی کرتا ہے کہ اُسے خود بھی خبر نہین ہوتی۔

اور ایک دوسرا شاعر کہتا ہے :-

فعل الجميل ولم يكن من قصده
فقبلته وقرنته بذنوبه
ولرب فعل جاءني من فاعل
تحمد منه وذممت من ياتي به

اس نے اچھا کام تو کیا مگر قصداً نہین کیا۔ ہم نے بھی اُسے قبول کرکے اُسکے ثواب کو گناہون سے ملا دیا (یعنے کفارۂ گناہ بنا دیا) اور اکثر اچھے افعال ایسے لوگون سے صادر ہوئے جنکو مینے بُرا سمجھا تھا مگر انکے افعال اچھے شمار کیے گئے۔

غرض کہ ایسے شخص کا فعل بلا شبہ قابل تعریف ہوگا۔ مگر وہ فاعل سرزنش اور مذمت کا مستوجب رہیگا جیسا کہ کہا گیا ہے:۔

رب امرأتاك لا تحمد الفعال وتحمد الافعال	بہت سے کام تم کو ایسے پیش آئینگے جنکے کرنیوالے تو برے ہون مگر کام قابل تعریف ہونگے۔

خداوند پاک نے دنیا کی تمام چیزین انسان ہی کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہین اور اپنے کلام پاک مین صاف وصریح طور پر اس بات سے آگاہ بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ	اور خدا نے زمین کو تمہارا بستر اور آسمان کو گھر بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر اسکے ذریعہ سے تمہارے کھانیکے لئے طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔

اور ارشاد کیا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الآیۃ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ الآیۃ۔ هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۔ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهٖ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهٗ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	آسمان و زمین کی تمام چیزین تمہارے قابو مین دیدین اور زمین کی تمام موجودات تمہاری مسخر کر دین۔ وہی خدا ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا جس سے تمہارے پینے کا سامان ہوا اور اسی سے درخت پیدا ہوئے جنمین تم مویشی چراتے ہو۔ وہ تمہاری کھیتیاں اُگاتا ہے۔ زیتون اور کھجور کے درخت انگوروں کے بیل اور طرح طرح کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک ان سب باتون مین سوچنے والون کے واسطے قدرت الٰہی کی نشانیان موجود ہین۔ اور خدا نے ایک اعتبار سے رات دن اور سورج اور چاند کو تمہارا تابع کر رکھا ہے اور ستارے بھی اسیکے حکم سے تمہارے تابع فرمان ہین

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ۝	بیشک ان باتون مین سمجھنے والے لوگون کے واسطے قدرت باری کی نشانیان موجود ہین ۔ اور جو چیزین تمہارے فائدہ کے لئے روئے زمین پر پیدا کیگئی ہین انکی مختلف رنگتین ہین ۔ انہین بہی غور وفکر سے کام لینے والون کے واسطے قدرت خدا کی نشانیان ہین ۔

اور ان سب چیزون کو انسان کے لئے مباح فرمایا جسکے لئے آیۂ کریمہ

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۝

مین اُسے مطلع کردیا ہے کہ وہ ان سے فائدہ اُٹھانیکے واسطے مختار بنایا گیا ۔ لہذا انسان کو لازم ہے کہ وہ دنیا کی ہر ایک چیز سے جائز طور پر نفع اُٹھائے ۔ غذا اور دوا پوشاک ولباس ۔ خوشبو سونگہنے اور سواریون پر چڑہنے ۔ زیب وزینت کے کام مین لانے ۔ اسکی صورت سے سرور حاصل کرنے اس سے عبرت اور سبق لینے ۔ علم کا فائدہ اُٹہانے اور دیگر مخلوقات کے افعال مین سے جو فعل اُسے بہلا معلوم ہو اسکی پیروی کرنے اور جو امر برا نظر آئے اُس سے بچنے کے لئے انسان کو کامل آزادی دیگئی ہے ۔ کیونکہ خلاق عالم جلشانہ نے خلق کو تمام موجودات کے فوائد سے آگاہ اور مطلع کردیا ہے ۔ یہ آگاہی یا تو انبیا علیہم السلام کی زبانی دیگئی ہے اور یا اولیاء اللہ کو موجودات عالم کے فوائد بذریعہ الہام بتائے گئے ہین تاکہ وہ عام انسانون کو خبردار کرسکین ۔

جسطرح انسان دوسرے جانورونکے ذاتی فائدے معلوم کرکے انہین خوراک پوشاک اور دواؤن کے کام مین لانیکا حق رکہتا ہے ویسے ہی اسکو یہ بہی لازم ہے کہ ان حیوانون کے اخلاق وعادات پر بہی غور کرے اور انکی عمدہ عادتون سے سبق لیکر فائدہ اُٹہائے اور برے خصائل سے

بچنے کی کوشش کرے کسی نے کیا اچھی بات کہی ہے کہ مینے ہر چیز سے اسکی خوبی اور عمدہ عادت سیکھ لی کتے سے مالک کی وفاداری اور جان و مال کی حفاظت کرتے رہنے کا سبق لیا۔ اور کوتے سے طلب معاش کے واسطے سحر خیزی کی عادت سیکھی۔ اور خود باریتعالیٰ نے بہی اپنے کلام پاک

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ط یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ط

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکہی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ پہاڑون۔ درختون اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیان بنا لیتے ہین اُنمین چھتے بنا پہر ہر طرح کے پہلون مین سے انکا عرق چوستی پہر۔ پہر اپنے پروردگار کے آسان طریقون پر چلی جا۔ انکے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے۔ جسکی کئی رنگتین ہوتی ہین اسمین لوگون کی بیماریون کے لئے شفا ہے بیشک غور کرنیوالون کے واسطے اسمین قدرت خدا کی ایک نشانی ہے۔

مین اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس نے شہد کی مکہی کو کسطرح محنت اور تدبیر خانہ داری وغیرہ کی سمجھ اور عادت عطا کی ہے۔ گویا اسطرح سے پروردگار عالم نے انسان کو متنبّہ کردیا ہے کہ جسطرح شہد کی مکہی وحی آلٰہی کی پیروی کرتی ہے ویسے ہی انسان بہی احکام خداوندی کے بجالانے اور فرائض انسانیت ادا کرنے مین اس حقیر مخلوق کی تقلید کرے اور جیسے کہ وہ غیر ذی عقل جانور فطری اور طبعی طور پر اپنی مصلحتون کو سمجھنے اور ضروریات کے بہم پہونچانے مین غلطی نہین کرتا اسیطرح انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ حیوان ناطق اور فعل مختار ہونیکے لحاظ سے وحی آلٰہی کی تعمیل مین ہرگز کوتاہی نہ کرے۔

بارہوان باب

انسانون کے تفاوت مراتب اور اختلاف مدارج کا بیان :-

اس حیثیت سے کہ تمام چیزونکی صنعت کسی نہ کسی حکمت ہی سے ظہور مین آئی ہے انمین ایک طرحکی مساوات سی پائی جاتی ہے جسمین کوئی تفاوت ہی نہین نظر آتا چنانچہ پروردگار عالم نے اپنے قول

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ | اور تم خدا کی خلقت مین کسیطرح کا فرق نہ دیکھوگے -

مین یہی امر بیان فرمایا ہے اور اس حیثیت سے کہ ہر ایک نوع ایک فائدہ کے ساتھ مخصوص ہے انمین تفاوت اور اختلاف بھی پایا جاتا ہے - یہ اختلاف زیادہ تر انسانون مین ہی نظر آئیگا جنکی بابت خداوند پاک ارشاد فرماتا ہے :-

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ط اور
وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ اور
انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ط اور
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ - اور
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور بیشک خدا نے تمہین طرح طرح کا پیدا کیا -
اور ہم نے انمین سے ایک کو دوسرے پر چند درجے بلند کیا -
دیکھو کیونکر ہم نے انکو ایک دوسرے پر برتری دیا ہے اور
البتہ آخرت کے درجے اور اسکی برتری اس سے بڑھکر ہے
اگر خدا چاہتا تو تمکو ایک ہی قوم بناتا لیکن منظور الہی ہے
کہ جو نعمتین اس نے تمکو دی ہین انکو برتنے مین تمہاری آزمایش کرے
اے رسول اگر تیرا خدا چاہتا تو سب آدمیون کو ایک ہی قوم بنا دیتا
اور وہی خدا ہے جس نے تمکو زمین پر خلیفہ بنایا اور تم مین سے
ایک کو دوسرے پر درجون بلند کیا تاکہ جو کچھ تمکو
تمکو دیئے گئے ہین انکی بابت اور نعمتون مین تمہاری آزمایش کرے

اور فرمایا کہ وَلَوْشَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ط

اور اگر تمہارا خدا چاہتا تو سب آدمیون کو ایک ہی قوم بنا دیتا لیکن وہ اسیطرح ہمیشہ مختلف رہینگے۔ مگر جسپر تمہارا پروردگار مہربانی فرمائے۔

اور اسی بارہ مین یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ (الی قولہ) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ؀

اور زمین مین پاس پاس کی قطعے ہین اور انگور کے باغ اور کھیتی ( ) بیشک اسبات مین جاننے والے لوگون کے واسطے بہت سی نشانیان ہین۔

انسان کے اسطرح مختلف اور متفاوت بنانیکی حکمت کا اقتضا یہ ہوا کہ وہ تنہائی کی زندگی پر قناعت نہین کرسکتا تھا یہانتک کہ اگر کوئی انسان اکیلا پیدا کیا جاتا تو یہ صورت ناممکن ہونیکے علاوہ اسکا ذرا سی دیر بھی زندہ رہنا محال ہوتا۔ کیونکہ سب سے پہلے انسان کو اس چیز کی حاجت ہوتی ہے جو اسکا جسم چھپاکر اُسے سردی اور گرمی کی تکلیف سے بچائے اور اسی کے ساتھ غذا کی بھی سخت حاجت ہوتی ہے۔ پھر چونکہ اُسے پہننے کو کپڑا اور کھانیکو پکی ہوئی غذا بالکلیہ سے نہین ملسکتی اسلیئے وہ انکے بنانے اور پکانیکا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس ضرورت کا بغیر آلات پورا ہونا محال۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اکیلا آدمی کسیطرح وہ سب سامان بہم نہین پہونچا سکتا جو اسکے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور جسکے بغیر وہ آرام و فراغت کی زندگی بسر نہین کرسکتا اسیوجہ سے انسان کو مل جلکر رہنے اور ایک دوسرے کی امداد و اعانت سے بچنے کی کوئی صورت نہین نکل سکتی۔ تمام اقوام کے لئے مختلف قسم کے جدا جدا پیشے مقرر کئے گئے۔ تاکہ وہ آپسمین کاروبار کو بانٹ کر ایک ایک پیشہ اختیار کرلین اور اُسے اطمینان اور تندہی و دلچسپی سے انجام دین۔ اور اللہ پاک نے بھی اسکے متعلق یون ارشاد کیا ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ؀

پھر اُن لوگون نے الگ الگ ہوکر اپنے کام آپسمین جدا جدا بانٹ لئے ہر ایک گروہ اپنے پاس کی چیز سے خوش ہے

اسی واسطے حکمت آلہی اسبات کی مقتضی ہوئی کہ انکے تن و توش اور قوی بتن اور ہمتین بہی مختلف ہون تاکہ ہر ایک گروہ اپنی اُس خدمت کو بآسانی بجالاسکے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اللہ پاک نے فرمایا:-

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ	کہدو اے نبی کہ ہر شخص اپنے اپنے حال پر عمل کرتا ہے

غرضکہ اس طریقہ سے انسانون کے اسباب معاش اُنہین تقسیم کر دیئے گئے اور مذکورہ بالا آیتون مین اسی امر کی تشریح موجود ہے اور اس سے جو اختلاف زیادہ ہی صاف طور پر عیان ہو رہا ہے۔ انسانون کی اغراض اور خیالات کے اختلاف کو غور کی نگاہ سے دیکہا جائے تو اگرچہ وہ اپنے اپنے پیشون کی پابندی مین بظاہر خود مختار دکہائی دین لیکن دراصل سب کے سب ایک ہی قانون قدرت کے سلسلہ مین جکڑے ہوئے نظر آئینگے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانون کے باہمی تباین اور انکے طبقون کے اختلاف کی مصلحت یون بیان فرمائی ہے کہ جبتک بنی آدم ایکدوسرے سے جداگانہ خیالات اور اغراض رکہتے ہین اسوقت تک وہ آرام سے رہینگے ورنہ جہان اُنہین مساوات پیدا ہوئی بس سمجہ لینا چاہئے کہ انکی ہلاکت کا ہی سامان ہو گیا۔

تیرہوان باب

انسانون کے تفاوت مراتب و خیالات کا سبب

انسانون کے متفاوت ہونیکے حسب ذیل سات اسباب ہین۔

اوّل مزاجونکا اختلاف۔ سرشت کا تفاوت اور صورت کا جداگانہ ہونا۔ جیسا کہ اس روایت مین مذکور ہے کہ جب اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حکم دیا کہ ہر رنگ کی زمین سے ایک ایک

مٹھی خاک انکے پتلے کے خمیر مین شامل کیجاے اسیوجہ سے باعتبار رنگت انسانون کے متعدد طبقے ہوے۔ کوئی سرخ رنگ کا ہے تو کوئی سپید۔ کوئی سیاہ کسیکی طبیعت مین سختی پائی جاتی ہے تو کسیکا مزاج نرم ہے۔ ایک شریف و نیک ہے تو دوسرا شریر و بد۔ چنانچہ اسی اختلاف کی بابت خداوندکریم نے اپنے اس قول مین اشارہ فرمایا ہے کہ :۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا	اور عمدہ بستی کی زمین ہے خدا کے حکم سے اچھی ہی روئیدگی نکالتی ہے اور جو بری بستی ہو اسکی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا :۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ	وہی خدا ہے جو اپنی حسب مرضی ماں کے پیٹھون مین تمہاری صورتین بناتا ہے۔

دوسری وجہ۔ ماں باپ کی نیک وبد حالتونکا اختلاف ہے۔ کیونکہ انسان اپنے والدین کے اخلاق وعادات وراثت مین پاتا ہے۔ اگر ماں باپ نیک چلن خوش اخلاق اور خداترس ہین تو اولاد مین بھی اسکا نیک اثر ضرور ہوگا۔ اور بد اطوار اور بدکردار ہون تو اسکا اثر بد بھی ضرور پایا جائیگا۔ جسطرح شکل وصورت مین اولاد کو ماں باپ کی مشابہت وراثتاً ملتی ہے اسلئے خداوند کریم نے فرمایا۔ وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا ط یعنے اُن یتیم بچونکا باپ نیک مرد تھا جنکی دیوار گرتے دیکھکر خضر علیہ السلام نے درست کردی تھی۔ کیونکہ اسکے نیچے خزانہ دفن تھا اور اگر دیوار گرجاتی تو وہ خزانہ ضائع ہوجاتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ توراۃ مین خدا کا یہ قول مذکور ہے کہ "اگر مین راضی ہوکر برکت دیتا ہون تو میری برکت ساتوین پشت تک پہونچتی ہے۔ اور جب ناراض ہوکر لعنت کرتا ہون تو اس لعنت کا اثر بھی ساتوین پشت تک رہا کرتا ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جس قسم کی نیکی اور بدی کرتا ہے یا اسکی عادت ڈال لیتا ہے اُس خوبی اور خرابی کا اثر وراثتہً اسکی ساتوین پشت تک قائم رہتا ہے۔

تیسری علت اس مادہ کا اختلاف ہے جس سے نطفہ انسانی تیار ہوتا ہے۔ یاخون حیض کی خرابی ہے جو شکم مادر مین بچہ کی غذا بنتا ہے کیونکہ ان دونون چیزونکی تاثیر ہی اپنی ساخت کے مادہ کی خوبی اور خرابی کے موافق ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اپنے نطفون کے لئے اچھے ارحام تلاش کرو"۔ اور فرمایا کہ "نکاح کرنیوالا کاشتکار ہے اسلئے تم مین سے ہر شخص کو زمین دیکھ بھال کر تخمریزی کرنی چاہئے"۔ اور ارشاد کیا "خبردار رہو گندہ مقام کے سبزے سے بچو"۔ لوگون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ گندہ مقامات کا سبزہ کیا چیز ہے؟ جواب ملا کہ برے گھرانے کی خوبصورت عورت۔

چوتھی شیرخواری اور اس غذا کی پاکیزگی کا اختلاف جو انسان کی نشو ونما کا موجب ہوتی ہے چنانچہ دودہ کی تاثیر کی بابت اہل عرب کا یہ قول دلیل کافی ہے کہ جب وہ کسیکی فضیلت اور خوبی کا اظہار کرنا چاہتے ہین تو کہتے ہین کہ لِلّٰہِ دَرُّہٗ[له]

پنجم تعلیم وتربیت اور اچھی بری عادتون پر لگائے جانیکی مختلف نوعیتین۔ اسیواسطے والدین پر بچے کا یہ حق ہے کہ اُسے احکام شرع سکہانے۔ خدا کا خوف دلانے۔ راستی پر شیدا کرنے اور نیک باتون کا خوگر بنانیکے واسطے ابتدا ہی سے کوشش کرین جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اپنے بچون کو سات برس کی عمر مین نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور دسوین سال انہین مار کر نماز پڑھاؤ"۔ نیز بچے کی تربیت مین اسبات کا بھی خیال رکھنا واجب ہے۔ کہ اُسے برے لوگون کی صحبت مین بیٹھنے سے روکا جائے۔ کیونکہ بچپن مین انسان کچی لکڑی کیطرح ہوتا ہے۔ کہ اسے جیسا چاہو موڑ سکتے ہو۔ زمانہ طفولیت مین بچون کو قابل تعریف کامون اور عزت کی خوبیون سے مانوس کرنا اور برائی اور حقارت سے نفرت دلانا چاہئے۔ کھانے پینے مین بیجا لالچ کرنیکی خرابیان اُنکے ذہن نشین کرکے اسمین میانہ روی کی ہدایت۔ نفسانی

له۔ اہل عرب کا محاورہ ہے جسکو اس موقع پر استعمال کرتے ہین جبکہ کسیکو کہنا ہو کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے اسکے لفظی معنے ہین "اُسکے دودہ کی خوبی منجانب اللہ ہے" یعنے وہ بہت اچھا دودہ تہا جو اس کو پلایا گیا۔ مترجم

خواہشونکی مخالفت اور کم عقل اور بدنفس لوگونکی صحبت سے پرہیز کرنیکی ترغیب دینی چاہئے۔ بچون کو دن کے وقت کم سونے دیا جائے کیونکہ اسکی زیادتی انہین کمزور اور کاہل بنا دے گی۔ کام کرنے اور گفتگو مین غور اور آہستگی کی عادت ڈلوانی چاہئے۔ اپنے ہمجنسونپر فخر جتانے۔ مارپیٹ۔ گالی گلوچ فضول کام اور بات کرنے اور بکثرت مال وزر جمع کرنے سے بہی روکنا چاہئے۔ اور صلۂ رحم (عزیزون سے میل ملاپ) اور فرائض شرعی کے بخوبی ادا کرتے رہنے کا عادی بنانا چاہئے۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ "انسان کی بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اُسے بچپن مین ایسا مربی ملجائے جو اسکو احکام شرع کا پابند بنادے تاکہ جب وہ شخص جوان ہوکر ان احکام کی فرضیت سے واقف ہو تو انہین اپنی عادت کے مطابق پائے اور اس سے اسکی بصیرت اور قوی ہوکر ان امور کے بجالانے مین اسکی ہمت بندھائے"۔

چھٹے۔ جس شخص سے انسان کو خصوصیت حاصل ہو یا جسکی صحبت مین وہ اُٹھتا بیٹھتا ہو اسکی اخلاق طبیعت کو بہی مزاج انسانی مین بہت بڑا دخل ہے۔ مثلاً خاندانی تعلقات یا ملکی اور قومی معاشرت کے اثرات سے بہی آدمی ضرور متاثر ہوتا ہے اور وہی راستہ خود بہی اختیار کرتا ہے جسپر اُسکے دوسرے ساتہی چلتے نظر آئین۔ ع

عن المرأ لا تسأل وابصر قرینہٗ۔ | یعنے آدمی کیحالت کیون دریافت کرتے ہو اسکے مصاحب دیکہکر سمجہلو کہ وہ کیسا ہوگا؟۔

ساتوین یہ کہ جب انسان خود مختار ہوکر اور اپنے نیک و بد کو سمجہکر خود کاربار کرنے لگے اسوقت وہ علم وعمل کے ذریعہ سے جسقدر اپنے تزکیۂ نفس کی سعی کریگا اس کوشش کا اختلاف بہی قابل لحاظ ہے۔ کیونکہ جتنا مجاہدہ کریگا اتنا ہی زیادہ نفع اُٹھاسکیگا۔ اور جتنی مجاہدہ مین کمی ہوگی اسیقدر نفع مین کمی رہیگی۔

غرضکہ جس شخص مین اتنے اسباب سعادت موجود ہون یعنے وہ پاکیزہ مشرب ہو معتدل المزاج ایسے نیک ماں باپکے رحم وصلب مین قرار پانیوالا ہو جو امانت دار اور نیک چلن ہون حکم شرع کے مطابق پاکیزہ نطفہ اور لطیف خون حیض سے وجود مین آیا ہو۔ صاف و پاک دودہ سے پرورش

پاکر پروان چڑہا ہو۔ بچپن مین مربی نے اُسے نیک طریقے سکہائے ہون اور بری صحبتون سے بچایا ہو۔ سن بلوغ کو پہونچکر اس نے مذہب حق کی پیروی سے خصوصیت حاصل کی ہو اور خدا شناسی کی راہ مین اپنے نفس سے مجاہدہ کرکے نیک کامون کے انجام دینے مین سبقت کرنیکی عادت ڈالی ہو۔ ایسا ہی شخص پورا پورا فاضل اور انسان کامل ہوگا۔ اور جسے ان باتون کی توفیق حاصل ہوگی اُسے ہر طرف سے بہتری ہی ملیگی۔ جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے۔

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ	بیشک وہ اپنے سر کے اوپر اور پانون کے نیچے (ہر طرف) سے کہانیکی چیزین پائینگے۔

اور وہ اس قابل ہوگا کہ خدا نے اپنے قول

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔	اور بلا شبہہ وہ ہمارے نزدیک چیدہ ہوئے نیک بندے ہین۔

جن لوگون کی توصیف کی ہے انکے زمرہ مین وہ بہی شمار ہو سکے۔ اور حد درجہ کا کمینہ اور برا آدمی وہ ہے جو مذکورہ بالا امور مین برعکس ہو۔ اور اسمین شک نہین کہ جس شخص کے حالات پاکیزہ اور عمدہ ہونگے وہ دنیا کی ہر ایک چیز جسے وہ سنے یا دیکہے خواہ وہ چیز اچہی ہو یا بری وہ ہر حال مین اُس سے فائدہ ہی اُٹہائیگا اور جسکی حالت خراب ہوگی وہ اسکے برعکس ہر ایک اچہی یا بُری چیز سے نقصان پائیگا جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا۔	اور عمدہ بستی کی زمین اپنے خدا کے حکم سے اچہی ہی روئیدگی نکالتی ہے اور جو بُری بستی ہو اسکی پیداوار ہی ناقص ہوتی ہے

بری زمین کو کیسے ہی شیرین پانی سے سینچا جائے اور کتنا ہی عمدہ تخم اسمین ڈالا جائے لیکن وہ جب اُگائیگی بری چیز ہی اگائیگی۔ اور پاکیزہ زمین مین خراب سے خراب تخم ڈالکر کیسے ہی شور پانی سے اسکو سیراب کرین ضرور وہ اپنی تاثیر دکہائے گی اور عمدہ روئیدگی لائیگی۔ اسی لئے اللہ پاک نے اپنی کتاب کریم مین ارشاد فرمایا ہے۔

يُسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا	حالانکہ وہ سب پیداوار ایک ہی پانی سے سینچی جاتی ہے

عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ ط

پھر بھی ہم اُنمین سے کہانے مین ایک کو دوسرے پر برتری دیتے ہین۔

اور اسی کتاب کریم کی صفت مین یون ارشاد کیا ہے۔

قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّ شِفَآءٌ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْ اٰذَانِھِمْ وَقْرٌ وَّھُوَ عَلَیْھِمْ عَمًی ط

کہدو اے پیغمبر کہ وہ (قرآن) ایمان لانیوالون کے واسطے ہدایت اور داروئے شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہین لاتے انکے کانون مین بہرے پن کی ڈاٹ ہے اور انکی آنکھونپر نابینائی کا پردہ۔

چھوان باب

شجرۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے تمام خلق پر افضل ہونیکا بیان

حکمت الٰہی کا اقتضا ہوا کہ انبیا علیہم السلام کا شجرۂ خاندان انسان اور فرشتون کے مابین ایک خاص نوعیت کی یکتائی رکھتا ہو اور دونون مخلوقون کے بین بین وقع ہونیکی حیثیت سے اُن دونون کے ساتھہ اسطرح کی مشارکت رکھے۔ اسلئے انبیاء اور رسل علیہم السلام آسمان و زمین کے تمام اسرار کا علم رکھنے مین ملائکہ سے مشابہت رکھتے ہین اور کہانے پینے یا اور حیوانی خواہشات اور احساسات مین انسانون سے ملتے جلتے نظر آتے ہین جسطرح مونگا پتھر ہے لیکن شاخ در شاخ ہونیمین درختون سے مشابہ ہوتا ہے اور کہجور کا درخت گابہ دیئے جانے یا اسکا سر کاٹ لینے سے خشک ہو جانے مین حیوان کی مانند پایا جاتا ہے۔ اللہ پاک نے آیۂ کریمہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰھِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِھِمَا النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ ط

اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنایا اور انکی نسل مین نبوت اور کتاب کا سلسلہ مقرر کیا۔

اور ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ	نسلین ہین ایک دوسرے کی ۔

مین اسبات کی آگاہی بخشی ہے کہ اس نے نبوت کا انحصار حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد مین رکھا اسلئے اگرچہ یہ انبیا علیہم السلام صورت کے اعتبار سے انسان تہے لیکن روحون کے لحاظ سے ملائکہ سے مشابہ تہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسے علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے کہ

وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ	اور ہم نے اسکو روح القدس سے تائید دی ۔

اور ہمارے سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کیا ہے ۔ کہ

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۞	اس قرآن کو اسلئے روح الامین نے تمہارے قلب پر نازل کیا ہے کہ تم صاف اور واضح عربی زبان مین لوگون کو عذاب خدا سے ڈرا سکو ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کو ایک روحانی قوت سے مدد دیگئی تہی اور وہ اس روحانی قوت کے ساتہہ اسلئے خاص کر دیئے گئے تہے کہ بوجہ مشابہت ملائکہ انہین قوت ملکی کا قبول کرنا آسان ہو اور بشریت کے ساتہہ اسواسطے مخصوص ہوئے کہ ہمجنس ہونیکے لحاظ سے انسانون کو احکام الٰہی کی بخوبی تلقین کر سکین چنانچہ حق سبحانہ اسی کے متعلق ارشاد کرتا ہے

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۞	اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے تو اُسے بہی آدمی ہی کی شکل مین رکھتے اور وہی لباس پہناتے جو سب انسان پہنتے ہین ۔

اس فرمان مین یہ نکتہ عیان کیا گیا ہے کہ عام انسان جو اس روحانی قوت سے خالی ہین اُنین بجز اپنے ہمجنس کے کسی اور ذریعہ سے احکام الٰہی اور قوانین شرعی قبول کرنیکی قابلیت نہین پائی جا سکتی ۔ کفار اس منزلت کا ادراک نہ کر سکتے اور انبیا علیہم السلام کی فضیلت نہ سمجہہ سکے کیوجہ سے انکی نبوت ہی سے منکر ہوگئے ۔ جنکی حالت خداوند کریم نے یون بیان فرمائی ہے :۔

قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ؎	کفار نے انبیا علیہم السلام سے کہا کہ کیا تم ہماری ہی جیسے آدمی نہیں ہو جو چاہتے ہو کہ ہمیں اُن چیزوں سے باز رکھو جنکی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے تھے پھر ہمیں کوئی کھلا کھلا نشان دکھاؤ

غرضکہ انبیا علیہم السلام دیگر انسانون کے ساتھہ وہ نسبت رکھتے ہین جو حیوان ناطق یعنی عام انسان اور حیوانات مطلق کے مابین ہو یا جیسے قلب جسم کے اور اعضا پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اسیطرح وہ اپنی امتون کے مقابلہ مین ایسی منزلت رکھتے ہین جیسے چاند کے مقابلہ مین سورج کی ہے اور انکے علم کا مرتبہ انکی قومون کے علم کے آگے ایسا ہے جیسا آفتاب کی روشنی کا مرتبہ چاند کی روشنی کے سامنے ہوتا ہی چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ؎	وہی قادر مطلق ہے جسنے آفتاب کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا

لہٰذا جس طرح چاند کی روشنی آفتاب کی چمک سے حاصل ہوتی ہو ویسے ہی امتین اپنے انبیا سے فیض حاصل کرتی ہین اور اونکے نور علم سے اپنی علوم کو منور بناتی ہین اور جسطرح چاند بغیر آفتاب سے روشنی حاصل کئے اپنی چمک دمک نہین دکھا سکتا ویسے ہی انسانون کا بھی بغیر وساطت انبیا علیہم السلام سے علوم حقہ کی روشنی اور تزکیہ نفوس کا فیض حاصل کرسکنا غیر ممکن ہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے قول۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔	اے ہمارے پروردگار تو اُن مین انہین مین کا ایک رسول بھیج جو تیری آیتین اونکو سنائے اور انہین کتاب حکمت کی تعلیم دے اور اونکو پاک وصاف بنائے بیشک تو بڑا صاحب عزت اور حکمت والا ہے ؎

سے اسی امر پر دلیل قایم کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک انبیا علیہم السلام کو اپنی فرشتونکی وساطت سے پاک وصاف بناتا ہے اور جن انسانون کو پاک وصاف بنانا چاہتا ہے انہین انبیا علیہم السلام کے ذریعہ سے فایدہ پہونچاتا ہے۔ ✤

پندرہوان باب

سب چیزونکو اپنے نفع کی ہدایت ملی ہی

خدائے حکیم وقدیر نے تمام موجودات کو اپنے فائدہ کی باتین سمجھنے اور اُنکے عمل مین لانے کی قوت دی ہی جسکی بابت خود فرماتا ہے کہ :-

اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ۔ | خدا نے ہر چیز کو اُسکی پیدائش مکمل کرنیکے بعد اوسکے فوائد اور نقصانات کا راستہ بھی دکھایا۔

جمادات کو صرف فرمان برداری کی جانب رہنمائی کی ہے مثلاً زمینی چیزین ہمیشہ نیچے کی طرف آنے پر مائل ہونگی جیسے ایک پتھر یا لکڑی کا ٹکڑا اگر اوپر سے پھینکا جائے تو زمین ہی کیطرف آئیگا جس مین مرکز ثقل ہے اور آگ کا شعلہ ہمیشہ اوپر کی طرف بلند ہوکر ہوا مین ملجانیکا طالب نظر آئیگا کیونکہ وہ جوہر علوی ہے حیوانات کو ایسے افعال کی رہنمائی کی گئی ہے جنمین تسخیر اور الہام دونون کی خاصیتین پائی جاتی ہین جیسے شہد کی مکھی انتظام خانہ داری اور فن تعمیر مین بمثیل ہے اور مسدس خانے بناکر اُن مین شہد جمع کرتی ہے۔ اور مکڑی اپنے شکار کرنے کے لئے جال تنتی ہے۔ فرشتون کو اطاعت اور الہام کے ساتھ ہی بداہت عقل اور اوسکے ضروری علمون کی بھی رہنمائی فرمائی ہے لیکن انسان کو امور متذکرہ بالا کے علاوہ ایک قوت فکر وغور کی بھی ملی ہے جو اون مین نہین۔ اس طرح کہ انسان اپنی ذات اور اکثر حرکات کے لحاظ سے مطیع ومجبور ہے بچپن مین مان کی چھاتی سے دودھ پینے۔ غذا مانگنے اور تکلیفون کی شکایت کرنے مین رونے کی طرف مائل ہے۔ بداہت عقل سے علوم دنیاوی کے مسائل سمجھتا ہے اور قوت فکر کے ذریعہ سے معلومات کو ترتیب دیکر کسی نامعلوم شئے کے حاصل کرنے مین کام لیتا ہے۔ اس لئے اگرچہ انسان اون معلومات سے خالی بنایا گیا ہے جو خداوند پاک نے دوسرے جانورون کو بذریعہ الہام بتائے ہین۔ اور اون لباسون اور

ہتھیاروں سے بھی عاری رکھا گیا ہے جو دیگر حیوانوں کو قدرتاً عطا ہوئے ہیں لیکن اُسے عقل و فکر کے ذریعہ سے حصول علم اور لباس و اوزار وغیرہ بنالینے کی قوت عطا کرکے سب کمیاں پوری کر دی گئی ہیں۔ اُسے اپنی ذات سے فائدہ اُٹھانیکا ایسا موقع دیا گیا ہے جو نہایت اعلے درجہ کی فضیلت اور سب سے بڑا کمال ہے کیونکہ علم عقل اور کام کرنیوالے ہاتھوں کے ضمن میں اُسے وہ سب چیزیں یکجائی طور پر عطا ہو گئی ہیں جو دیگر حیوانوں کو فرداً فرداً ملی تھیں لیکن اگر وہی چیزیں ظاہر میں اکٹھی کر کے انسان کو دیدی گئی ہوتیں تو اُسکی ترقی رک جاتی اور وہ اون سب کو پوری طرح استعمال بھی نہ کر سکتا۔ خداوند کریم نے اپنے قول:-

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	"اور خدا نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے ایسی حالت میں نکالا جبکہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمہیں سُننے دیکھنے کے لئے کان اور آنکھیں دیں اور غور و فکر کے لئے دل عطا کیا تاکہ شاید تم اوسکا شکر ادا کرو۔"

میں اس بات کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان جو کچھ چاہے اُسکے کرنیکی قوت پاسکتا ہے بعض لوگوں کے خیال میں خداوند کریم نے زمرۂ حیوانات میں انسان کو سب سے ناقص خلق فرمایا ہے کیونکہ اُسے کوئی ایسا حربہ نہیں دیا گیا جسکے ذریعہ سے وہ اپنا بچاؤ کر سکے جیسے اور جانوروں کو دانت۔ پنجے۔ اور سینگ وغیرہ بطور آلات مدافعت کے دیئے گئے ہیں اور نہ دوسرے جانوروں کی طرح جسم کو سردی گرمی سے بچانے والا لباس مرحمت ہوا بلکہ اُسے اپنا بدن صاف کپڑے اور مصنوعی لباس سے ستر پوشی کرنے کا محتاج بنایا۔ اسیواسطے خود باری تعالیٰ نے بھی۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا	"اور انسان بیحد کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

ارشاد فرمایا ہے۔

مگر یہ خیال غلط ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ باریتعالیٰ اور ملاء اعلیٰ کی جانب نسبت کرنے سے انسان

بیشک ضعیف و ناتوان مخلوق ہی لیکن جس اعتبار سے کہ مذکورہ بالا لوگون نے انسان کو ضعیف خیال کیا اس اعتبار سے انسان تمام دوسرے حیوانات سے کسی طرح کم نہین کیونکہ خدا نے ہر ایک حیوان کو اپنی بے نظیر حکمت کے اقتضا سے جو کچھہ اُسکے مناسب حال سمجھا ویسا ہی ہتھیار دیا ہے کسی کو صرف بھاگنے کا آلہ عطا کیا۔ اور بعض کو سینگ عطا کئے جنہین وہ نیزہ کی جگہہ استعمال کر سکے۔ اور کسی حیوان کو سُم دیئے جو اوسکے لئے گرز کے قایم مقام ہین۔ اور بعض جانوروں کو تیر دیئے گئے جیسے سیہہ (خارپشت) کے جسم پر کانٹے پیدا کر دیئے پھر ہر قسم کے حیوانون کا ایک لباس اُن کی حاجت کے مطابق بنایا گیا اور سب کو ایک کام بذریعہ الہام سکھا دیا جسے وہ فطرتاً کرتے رہتے ہین۔ لیکن انسان کو ان سب چیزون کی جگہہ فکر و تمیز کی صرف ایک قوت ایسی عطا کر دی جسکے وسیلہ سے وہ ہر قسم کے ہتھیار اور آلات بنا سکتا ہے۔ کپڑے تیار کرتا ہے اور اونکی وضع قطع تراش خراش ایجاد کرتا رہتا ہے ضرورت کے وقت اُسکے پاس تمام اپنی مدافعت کے سامان موجود ہوتے ہین اور جب ضرورت باقی نہ رہے تو وہ اون سب چیزون کو الگ بھی کر دیتا ہے۔ اور دوسرے حیوانون کو یہ بات نصیب نہین اونکے پاس جو کچھہ ہے وہ ایسا طبعی اور لازمی ہے کہ نہ اُس مین کمی کر سکتے ہین نہ بیشی۔ اسی لئے انسان کامل ہے اور دوسرے حیوانات ناقص۔ اسکے علاوہ انسان اپنی قوت فکر سے کام لیکر بڑے بڑے تنومند اور طاقتور حیوانون کو جو انسان سے کئی درجہ بڑھکر قوی ہوتے ہین مغلوب اور فرمانبردار بنا سکتا ہے اور اونکے پہنانے اور شکار کرنیکے واسطے مختلف اقسام کے آلات تیار کر لیتا ہے تو گویا انسان کو جو عقل عطا ہوئی ہے وہی اُسکی تمام ضروریات بہم پہونچانے کی کنجی اور سب سے اعلےٰ اور اشرف نعمت ہے عقل ہی ایک ایسا آئینہ ہے کہ جب سے جلا دیجائے تو آسمان و زمین کے تمام اسرار اُس مین نظر آسکتے ہین اور جو کچھہ دنیا مین ہے سب کی تصویر اوسکے اندر اُتر سکتی ہے۔

سولہوان باب

سعادت انسانی اور انسان کی اُسکی جانب مایل ہونیکے بیان مین

بعض حکما کا بیان ہے کہ خداوند کریم نے ہر ایک شئے کا ایک کمال مقرر فرمایا ہے جسکی طرف وہ چیز طبعی طور پر کھنچتی چلی جاتی ہے اور وہ چارو ناچار اُس کمال سے خصوصیت حاصل کرتی ہے جیسا کہ اپنے قول :-

اَعْطٰے کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰے | پہلے خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُسے (اپنے فواید اور نقصانات کی طرف) راہ دکھائی۔

مین اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق انسان کے واسطے بھی چند سعادتین ودلیعت رکھی گئی ہین۔ اور وہ ایسی نعمتین ہین جنکا ذکر اللہ پاک نے اپنے قول :-

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا | اگر تم خدا کی نعمتونکا شمار بھی کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔

مین فرمایا ہے۔

تمام نعمتون اور سعادتون کی دو اجمالی قسمین ہین۔ ایک قسم تو دوامی۔ غیر فانی اور لازوال ہے۔ اور وہ اخروی نعمتین ہین۔ اور دوسری فانی اور زوال پذیر یعنی دنیا کی نعمتین اور عالم حیات کے عیش و آرام۔ پھر چونکہ دنیا کی نعمتین ہمکو اُن اصلی سعادتون تک نہین پہونچاتی ہین اسی واسطے وہ دہوکے کی ٹٹی اور ریگستان کا سراب اور فتنہ و عذاب کہلاتی ہین جنکی حالت خداوند کریم نے یون بیان فرمائی ہے[1] اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ ..... الآیة۔ اور ایک شاعر نے اسکے متعلق کیا خوب کہا ہے :-

---

[1] (دیکھو صفحہ ۷۹ کتاب ہذا)۔

اے درو بہت کیا پر کچھا ہم نے جب آنکھ نہ کھلی تو دیکھتے تھے سب کچھ	دنیا کو مگر کچھ بھی نہ دیکھا ہم نے اور آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

فصل دنیا میں کوئی انسان ایسا نہ ملیگا جو کسی سعادت کی تمنا نہ رکھتا ہو اور ایک خیالی سعادت کے لئے سرگرمی سے درپئے حصول نہ ہو۔ مگر اکثروں کو اس راہ میں دہوکا لگتا ہے اور انسان ایک ایسی شئے کو جو دراصل سعادت نہیں ہوتی سمجھتا ہے کہ یہی سعادت ہے اور اس غلطی میں پڑکر وہ خداوند پاک کے قول :۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَةٍ یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا۔

اور جن لوگوں نے نافرمانی کی اُنکے اعمال جنگل کی ریت کی طرح ہوتے ہیں جسکو پیاسا دور سے دیکھکر پانی سمجھتا اور پاس آکر کچھ بھی نہیں پاتا۔

اور ۔ اَعْمَالُهُمْ کَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ۔

اونکے اعمال اُس راکھ کی طرح ہیں جسکو آندھی کے دن میں سخت ہوا کے جھونکے اڑا کر لیجاتے ہیں وہ اپنی کمائی کے کسی حصہ پر قادر نہیں ہوتے یعنی اوس سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتے۔“

کا مصداق بنجاتا ہے۔ اور ایک شاعر اسی کے متعلق یوں کہتا ہے :۔

کُلٌّ یُحَاوِلُ حِیْلَةً یَرْجُوْ بِهَا
دَفْعَ الْمَضَرَّةِ وَاجْتِلَابَ الْمَنْفَعَة

ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر سوچتا رہتا ہے کہ نقصان سے بچکر فائدہ حاصل کرے۔

وَالْمَرْءُ یَغْلَطُ فِیْ تَصَرُّفِ حَالِهٖ
فَلَرُبَّمَا اخْتَارَ الْعَنَاءَ عَلَی الدَّعَة

اور انسان اپنی حالت کے انقلاب میں غلطی کھاتا ہے کیونکہ بسا اوقات وہ مصیبت کو آرام و راحت کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے۔“

فصل دنیاوی نعمتین اُسی وقت نعمت وسعادت ہوتی ہین جبکہ بطریق واجب اور مناسب انداز سے حاصل کی جائین اور اُنکو اُسی مناسب طریقہ سے برتا بھی جاوے جنکے واسطے وہ پیدا کی گئی ہین۔ اسکی صورت یہہ ہے کہ دنیا کو عاریتی چیز سمجھے اور اُس مین سے اتنا ہی حصہ لے جو دائمی نعمت اور اصلی سعادت تک پہنچانے مین معین ہو۔ ہر ایک دنیاوی نعمت کے بارہ مین ہمارے واسطے شرع شریف نے ایک جدا گانہ حکم دیکر اس مین بیان کردیا ہے کہ اُس نعمت کو کس طرح حاصل کرنا اور پھر اُسے کیونکر برتنا چاہیئے۔ مگر اوسکے حصول مین انسانون کے دو فریق ہوگئے ہین۔ ایک فریق وہ ہے جس نے احکام خداوندی کے موافق دنیا سے حصّہ لیا اور اُس سے نفع اُٹھایا جس سے یہہ دنیا اُن کے حق مین نعمت وسعادت بن گئی۔ اس فریق کی تعریف خداوندکریم نے یون فرمائی ہے:—

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ	وہ لوگ کہ اگر ہم زمین مین اُنکو قدرت دین تو وہ نماز پڑہین زکوٰۃ دین اچھی باتون کا حکم کرین اور بری باتون سے منع کرین۔ اور خدا ہی کے ہاتھہ مین تمام کامون کا انجام ہے۔

اور فرمایا ہے:—

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ۔"	جن لوگون نے دنیا مین اچھے کام کیئے اُنکو دنیا مین بھی بھلائی ملیگی اور اس مین شک نہین کہ آخرت کا گھر دنیا سے اچھا ہے اور پرہیزگارون کا گہر بہت عمدہ ہے۔"

اور ارشاد کیا ہے:—

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً۔"	اور جن لوگون نے کفار کے ظلم اُٹھا کر اپنے گہر بار چھوڑے اور خدا کے لیئے ہجرت کی ہم ضرور بالضرور دنیا ہی مین اُنکو اچھے ٹھکانے بٹھائینگے۔"

ایسے لوگ خداوندپاک کے قول :-

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً	پھر ہم ضرور اُسکو اچھی اور آرام کی زندگی بسر کرائینگے"

کے مطابق پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہین اور فائدہ مین رہتے ہین -

اور دوسرا فریق وہ ہے جس نے دنیا سے حصہ لینے مین احکام آلہی کی پابندی پروا نہین کی بلکہ اُسی کا ہو رہا - لہذا وہ دنیا بجائے نعمت کے اُنکے حق مین آفت و مصیبت تنگی اور جلدی یا بدیر اونہون نے اُس سے تکلیف پائی - اُنکی بابت باری تعالیٰ نے یون ارشاد کیا ہے :-

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ -	اُس مین شک نہین کہ خدا اونکو مال و اولاد کی وجہ سے دنیا مین ہی مبتلائے عذاب کرنا چاہتا ہو اور یہ کہ جب اونکی جان نکلے اُس وقت بھی وہ کافر ہی ہون "

فصل باقی رہین آخرت کی سعادتین اونکا ٹھیک ٹھیک تصوّر اس عالم مین ہو نہین سکتا - چنانچہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے :-

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ	کوئی نفس (شخص) اس بات کو نہین جانتا - کہ غیب مین اوسکے لئے کیسی آنکھون کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے "

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :-

"خداوند کریم نے اپنے نیک بندون کے واسطے آخرت مین ایسے سامان مہیا کیئے ہین کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے اون کا ذکر سُنا اور نہ کسی انسان کے دل مین اون چیزون کا خیال گذرا ہے "

اِسی واسطے اہل دنیا کے لئے اون سعادتون کی اصل ماہیت کا تصوّر کرنا محال ہے - جسکے دو سبب ہین :-

اوّل یہ کہ جبتک انسان بذات خاص کسی چیز کا ادراک نکرے اُس وقت تک وہ ہرگز

اسکی حقیقت سے واقف نہین ہو سکتا اور نہ اسکا تصور کر سکتا ہے۔ اور جب وہ ایک چیز کا ادراک ہی نہین کر سکتا تو اگر اُسے اس شئے کی حالت سے اطلاع بھی دیجائے تو کیا فائدہ؟ مثلاً ایک بچے کو جسے عورت سے ہم صحبت ہونیکی کوئی خبر نہین جماع کی لذت بتائی جائے تو وہ اُسے کیا سمجھیگا۔ ہان بالغ ہونیکے بعد جب وہ اس کام کے لائق اور اس سے واقف ہو گا تو خود بخود اسپر تمام باتین کہل جائینگی۔ یا اندہے کو آئینہ کی تعریف بتائی جائے تو اُسے کیا خاک لطف آئیگا اور وہ کیا سمجھیگا کہ آئینہ کس جانور کا نام ہے۔ آخرت کی لذتون کا ادراک کرنے مین ہماری بھی بعینہ یہی حالت ہے۔ کیونکہ جبتک ہم اُنہین اپنی آنکھون سے نہ دیکھین کبھی انکی حقیقت سے مطلع نہین ہو سکتے لیکن جب انکا دیکھنا نصیب ہو گا تو پھر انکی لذتون مین ایسے محو اور مست ہو جائینگے کہ سر اور پیر کی بھی خبر نہ رہیگی جسکی بابت خداوند کریم یون ارشاد کرتا ہے۔

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰکِہُوۡنَ | اس روز جنتی لوگ مزے سے اپنا جی بہلا رہے ہونگے۔

اور دوسری وجہ اُخروی لذتون کا ادراک نہ کر سکنے کی یہ ہے کہ نفس کی ہر ایک قوت اور بدن کی ہر ایک جزو کے لئے ایک خاص لذت ہے جسمین دوسرے کی شرکت نہین ہوتی۔ مثلاً آنکھ کو اس چیز کے دیکھنے مین لذت ملتی ہے جو اُسے بھلی معلوم ہو۔ کان اچھی آواز سننے کا مشتاق رہتا ہے۔ ہاتھ نرم و نازک چیزون کو چھونے مین مزہ پاتا ہے۔ وہم امیدونکی دلفریب تصور مین ڈوبا رہتا ہے۔ خیال اپنی دلپسند باتون کے تصور مین لطف حاصل کرتا ہے اور قوت فکر کو نامعلوم باتون کی کرید کرتے رہنے اور ان سے واقفیت بہم پہونچانے مین حظ آتا ہے۔ اگر ان قوتون اور اعضا اجزا مین سے کسی ایک پر بھی کوئی ایسی آفت آپڑے جو اُسے اپنی خواہش پوری کرنے سے روکدے یا اسکے مزہ سے محروم کردے تو اسکی حالت بعینہ اُس مریض کیطرح ہو جاتی ہے جسے پیاس تو سخت ہو لیکن پانی پینے مین بوجہ مُنہ کا مزہ خراب ہونیکے کوئی لطف نہ ملتا ہو۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

وَمَن يَكُ ذَا فَمٍ مُرٍّ مَرِيضٍ
يَجِدْ مُرًّا بِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَا

جس مریض کے منہ کا مزہ تلخ ہو جاتا ہے۔
اُسے میٹھا پانی بھی کڑوا ہی معلوم ہوتا ہے۔

لہذا اس صورت مین لذات اُخروی کا ادراک عقل محض ہی کے ذریعے سے ہوسکتا ہے اور اکثر و بیشتر اہل دنیا کی عقلین فانی لذتون سے حظ اُٹھانے مین منہمک ہونیکے باعث اُخروی لذائذ کے تصور تک سے معذور رہتی ہین اور انکا احساس بھی نہین کرسکتین جیسے کوئی عضو سن ہو جائے تو اُسکو تکلیف و درد کا احساس نہین ہوتا۔ یا جیسے مریض کو بیماری کیوجہ سے بظاہر بھوک نہین لگتی حالانکہ اُسے بھوک ہوتی ہے اور اس سے غذا نہین کھائی جاتی اگرچہ غذا نہ کھانے سے وہ روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے۔ ہان جب وہ مرض زائل ہو جائے تو پھر یک بیک بھوک پیاس کھل جاتی ہے۔ اور ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم دنیا والون مین سے اکثر لوگون کی عقلین اُن بچونکیطرح ناقص ہین جو سن شعور تک نہ پہونچے ہون اور ہر چیز کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوئے ہون اسی لئے جسطرح بچپن کے زمانہ مین انسان کو جوانی یا بڑھاپے کے آرام اور تکالیف کا کوئی احساس نہین ہوتا اور وہ لہو ولعب مین مصروف رہتا ہے اسیطرح جن لوگون کی عقلین بچون کی سی ہون وہ بھی حقائق مخلوقات کا علم نہین حاصل کرسکتے اور انکی حالت کو خداوند کریم نے یون بیان فرمایا ہے:۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ
وَّلَعِبٌ ط

یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود سے
زائد نہین۔

اور دوسری جگہ یون ارشاد کیا:۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ
بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ط

دنیا کی زندگی تمکو دھوکا نہ دے اور شیطان تمکو
اپنے بھرے مین نہ لانے پائے۔

لیکن چونکہ اللہ پاک کو منظور تھا کہ اُن اُخروی لذتون کی پہچان عام مخلوق کو بھی ہو لہذا محسوس لذات دنیوی کے ساتھ اُنہین تشبیہ دی تاکہ لوگ بآسانی انکا کسیقدر تصور

کرسکین۔ اور فرمایا:۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى

جس جنت کا پرہیزگارون سے وعدہ کیا گیا ہے اسکی مثال یہی ہے کہ اسمین بغیر بدبو پانی اور ایسے دودھ کی نہرین ہین جسکا مزہ تبدیل نہین ہوا۔ اور پینے والون کو لذت دینے والی شرابونکی نہرین اور صاف شہد کی نہرین ہین۔

اس تعریف سے عام لوگ سمجھہ سکتے ہین کہ جنت کی نعمتین کیسی مزہ کی ہونگی کیونکہ جتنی تمثلین اس تعریف مین دیگئی ہین وہ سب انکو برتنے کی چیزون سے دیگئی ہین۔ اور خداوند کریم نے اس تعریف مین ایک اور بہی خوبی رکہی ہے وہ یہ ہے کہ باریتعالی نے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فرمایا۔ یہ نہین کہا کہ خود جنت ہی مین یہ سب چیزین ہونگی۔ اسکا مدعا خاص لوگون کو اسبات سے آگاہ کردینا تہا کہ یہ تعریف صرف مثال دینے کے طور پر ہے اور اصلی حالت اُن نعمتون کی عدیم المثالی کے باعث دکھائی ہی نہین جاسکتی۔ اسلئے اگر انسان سعادت اُخروی پر مطلع ہونیکی کوشش کرے تو بجز دو صورتون کے اور کسیطرح امید کامیاب نہین ہوسکتا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ اس کالبد خاکی کو چہوڑکر دوسرے عالم مین چلا جائے۔ یعنے دنیا سے گذرکر اُن چیزون کو جا دیکہے اور اسکی بابت خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۔ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ط

جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیان ظاہر ہونگی تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہین لایا یا اپنے ایمان کی حالت مین اُس نے نیک کام نہین کئے۔ اب اسکا ایمان کچہ بہی سود مند نہوگا اے پیغمبر تم ان سے کہدو کہ ہم بہی اُسی دن کا انتظار کرتے ہین اور تم بہی اُسکے منتظر رہو۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس ہیکل یعنے جسم انسانی اور حیات دنیاوی کے ترک کرنے سے پہلے ہی اُن نفسانی بیماریوں کو دفع کرنیکی تدبیر کرے جنکا بیان خداوندکریم کے قول :-

انکے دلوں مین کچھ بیماری تہی پہر اللہ پاک نے انکی اس بیماری کو اور بڑھا دیا ۔	فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا

مین ہوا ہے اور اپنی ذات کو اُن نجاستوں سے پاک کرے جو ارشاد خداوندی :-

اے اہل بیت خدا تمہاری حرا بیان دور کرکے تمکو پوری طرح پاک وصاف بنانا چاہتا ہے ۔	إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ط

مین مذکور ہیں ۔ اُسوقت اُسے ایک باریک پردہ کی اوٹ سے کسیقدر اُن چیزونکی حالت نظر آئیگی جو اُسکے واسطے دوسرے جہان مین مہیا کیگئی ہین ۔ جیسا کہ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بیانکیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا " یا رسول اللہ میرا دل دنیا کیطرف سے بالکل پھر گیا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مین اپنے خدا کا عرش آنکھوں سے دیکھ رہا ہون اور یہ سیر بھی کرتا ہوں کہ جنت والے آپسمین مل جُل کر خوشی مناتے اور دوزخی لوگ آہ وزاری کررہے ہین " جسکے جواب مین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا عرفت فالزم یعنے تمکو معرفت آلہی حاصل ہوگئی بس اسکو مضبوط تھامے رہنا ۔ اور یہ حالت زائل نہ ہونے دینی چاہیئے ۔ اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اگر پردہ اُٹھا بھی دیا جائے تو مجھکو کچھ زیادہ یقین نہ حاصل ہو ۔ یعنے جتنا یقین اور جس درجہ کا ایمان مجھے عالم غیب پر حاصل ہے اگر پردۂ غیب اُٹھا بھی دیا جائے تو وہ ایمان ایسا کامل ہے کہ اسمین زیادتی کی گنجائش بھی نہیں ۔

سترہوان باب

دنیا مین انسان کی کیا حالت ہے اور اُسے یہان سے کیا توشہ لینا چاہیے

انسان مسافر ہے اسکا سفر اُس مقام سے شروع ہوتا ہے جسکے متعلق پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ؏

اور ہم نے آدم (اور اسکی اولاد سے جو اسکی پشت مین تھی) کہا کہ نیچے اُترو (زمین پر جاؤ) تم مین سے ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔ اور تمہارے واسطے ایک خاص وقت تک زمین مین رہنا اور اس سے (فائدہ اُٹھانا (مقرر) ہوگا۔

اور اسی کے متعلق اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت مین بھی یہہ ارشاد کیا۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۔۔

اور جب تیرے خدا نے اولاد آدم کی پیٹھون سے اسکی نسلون کو نکالکر انکے مقابلہ مین خود انہی کو گواہ بناکر اُن سے دریافت کیا کہ کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون؟ تو انہون نے کہا ہان تو ہمارا پروردگار ہے

اور انسان کا یہ سفر دارالسلام اور دارالقرار مین پہونچکر ختم ہوتا ہے۔ اس سفر کی چار منزلین ہین۔ پہلی منزل باپ کی پیٹھ (صلب) دوسری منزل مان کا پیٹ۔ تیسری منزل پشت زمین اور چوتھی منزل روز باز پرس کی پیشی۔ اور اس مسافرت کے لحاظ سے انسان کی دو حالتین ہوتی ہین۔ ایک حالت جو مذکورہ بالا منازل کے طے کرنیکے دوران مین رہتی ہے مسافرت کی

حالت ہے۔ اور دوسری حالت ان منزلوں سے گذر کر دار القرار میں پہونچنے کے بعد آتی ہے وہ قرار لینے کی حالت ہے۔ چنانچہ خداوند پاک انہی حالتوں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ط	اور وہی (خدا) ہے جس نے تمکو تن اکیلا واحد سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے واسطے) ایک رہنے اور (مرے پیچھے) سونپے جانیکی جگہ مقرر کی۔

جس منزل سے انسان کو سفر کا سامان حاصل کرنیکی حاجت ہوتی ہے وہ پشت زمین کی منزل ہے۔ اس منزل کو طے کر کے جبتک انسان دار القرار میں نہیں جا پہونچتا وہ برابر محنت ومشقت اور تکلیف و رنج میں مبتلا رہتا ہے۔ جسکے متعلق باریتعالی نے :-

یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۔ اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ط	اے انسان تو کھنچا کھنچا اپنے پروردگار کی طرف چلا جا رہا ہے۔ پھر ایکدن اس سے ضرور ملیگا بے شبہ ہم نے انسان کو مصیبتوں کے حلقہ میں پھنسا ہوا پیدا کیا۔

ارشاد فرمایا ہے۔ مگر انسان کی سرشت میں آرام طلبی ایسی داخل کیگئی ہے کہ اس نے طلب دنیا میں آ رہیونکی دو قسمیں کردی ہیں۔ ایک قسم کے لوگ آخرت کیطرف سے بالکل غافل ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ :-

مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا	(کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ "ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہوتی ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں"۔ یعنے وہ قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانیکے منکر تھے۔

یا اُن لوگوں کے سے کام کرتے ہیں جنکا یہ قول ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کہتے تو انکی یہ نفس ضرور ہے کہ جس طریقہ سے آرام نہیں ملسکتا اُسپر چلتے ہیں اور خدا کی نافرمانی کرتے ہیں

ایسے ہی لوگون کی بابت خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ :-

والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة
انما مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناه
من السماء فاختلط به نبات الارض
مما یاکل الناس والانعام حتی اذا
اخذت الارض زخرفها وازینت
وظن اهلها انهم قادرون علیها
اتها امرنا لیلا او نهارا فجعلناها
حصیدا کان لم تغن بالامس
کذلک نفصل الایات لقوم یتفکرون

اور دنیاوی زندگی کی مثال بس پانی کیطرح ہے کہ ہم نے اسکو آسمان سے برسایا پھر زمین کی روئیدگی جسکو آدمی اور چارپائے کھاتے ہین پانی سے ملکر (شاداب ہوگئی) یہانتک کہ جب زمین نے اپنا بناؤ سنگار کرلیا اور خوشنما ہوگئی۔ اور کھیت والون نے سمجھا کہ اب ہم اسکے کاٹ لینے پر قادر ہین تو ناگاہ رات یا دن کے وقت ہمارا حکم (عذاب) اسپر آنازل ہوا پھر ہم نے اسکا ایسا ستھراؤ کردیا جیسے کہ کل کہین اسکا نشان تک نہ تہا۔ اسیطرح ہم سوچنے سمجھنے والون کو اپنی مفصل نشانیان دکھاتے ہین ۔

یہ لوگ دنیا سے وہ چیز حاصل کرنیکے خواہشمند ہین جو دراصل اسکی طبیعت مین نہین اور نہ اسمین پائی جاتی ہے۔ ان لوگون کے بارہ مین ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

ارید من زمنی ذا ان یبلغنی -
ما لیس یبلغه فی نفسه الزمن

مین اپنے اس زمانے سے خود کو اس مرتبہ تک پہونچا دینے کی آرزو رکھتا ہون جس مرتبہ تک خود یہ زمانہ بھی نہین پہونچا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے :-

مضی قبلنا قوم رجوا ان یفوقوا
بلا تعب عیشا فلم یتفوقوا

ہم سے پہلے جو لوگ گذرے ہین انہون نے نا آرام وچین کی زندگی بسر کرنیکی بہت کچھ توقع کی لیکن وہ اپنے مدعا مین کامیاب نہ ہوئے اور ایک دن بھی بغیر خرخشہ عیش نہ کرسکے ۔

اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہین جنہون نے دنیا اور آخرت دونون کو پہچانا اور جان گئے
کہ فرمان خداوندی :-

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ وَّاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ط | زمین مین تمہارا مقام اور فائدہ اُٹھانا صرف ایک مقررہ وقت تک ہے اور اسمین شک نہین کہ آخرت کا گھر ہی دائمی اور ہمیشہ کی زندگی بسر کرنیکے واسطے ہے

کے مطابق سمجھ لیا کہ دنیا صرف چند روزہ زندگی بسر کرنیکے لئے ہے اور عالم آخرت ہی ایسا گھر ہے جسمین پہونچکر انسان کو قرار اور اطمینان نصیب ہوگا جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ط | اے نفس مطمئنہ اپنے خدا کی طرف سے خوشی اور پسند کیا گیا ہوکر واپس جا۔

اور وہی گھر ایسا ہے جسکیطرف رُخ کرنیکی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین۔

سافروا تغنموا۔ | سفر کرو اور غنیمت حاصل کرو۔

اسلئے اُنہون نے یہ خیال کرکے کہ جس محنت و مشقت کا انجام آرام و راحت ہو وہ دراصل راحت ہی ہوتی ہے۔ ہر طرح کی تکلیفین برداشت کین اور سعادت اُخروی پر فائز ہوئے جیسا کہ ارشاد باریتعالیٰ ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ ط | نیکبخت اور خوشحال ہونیوالے لوگ جنت مین ہونگے۔

انسان کے واسطے اس دنیا مین دو طرح کی فائدہ مند کھیتیان بنائی گئی ہین۔ ایک روحانی کھیتی ہے۔ یعنے علوم۔ حکمت۔ عبادتین اور اچھی عادتین۔ اس کھیتی کا ثمرہ دائمی زندگانی اور دولت لازوال ہے۔ اور اس سے جسقدر زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔ مگر اس کام کیطرف وہی شخص مائل ہوتا ہے جو اسکی حقیقت و منفعت سے آگاہ ہوگیا ہے ورنہ یہ سب لوگون کا کام نہین۔

دوسری کھیتی جسمانی ہے۔ یعنے دنیاوی مال و دولت اور سامان راحت جسکی بابت خداوندکریم نے اپنے قول:-

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط	آدمیون کے لئے ظاہری اور نفسانی خواہشین یعنے بیبیان۔ بیٹے اور سونے چاندی کے ڈہیر آراستہ گھوڑے مویشی اور کھیتی بے حد مرغوب خاطر بنائی گئی ہین۔

مین آگاہ فرمایا ہے کہ انسانون کو یہ کھیتی زیادہ مرغوب ہوتی ہے۔ مگر اس کھیتی کا ثمرہ صرف اسقدر ہے کہ چندروزہ فانی زندگی مین اس سے حظ اٹھاکر مرتے وقت سب یونہی چھوڑ جائے اور اگر کچھ فائدہ اٹھا سکے تو اتنا ہی جسقدر اس سے زاد آخرت جمع کرنے مین مدد ملی ہو چنانچہ خداوندکریم فرماتا ہے۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ط	آخرت کے مقابل دنیاوی زندگی بالکل ہیچ ہے۔

اس لئے ایسی کھیتی پر فریفتہ ہوکر اسکے سوا دوسری جانب نظر ہی نہ کرنا صرف اُس شخص کا کام ہوگا جس نے اسکی اصلیت نہین پہچانی اور اسکے فائدونپر غور نہین کیا اس کھیتی مین بکثرت مشغول ہونا اسیوقت اچھا ہے جبکہ اسکا مالک اپنے اصلی مقصد یعنی طلب آخرت سے غافل نہ ہوجائے۔ اور اسمین انہی طریقون سے مصروف ہو جو مناسب اور جائز ہین۔ اور اسکے ثمرون کو ایسے مفید کام مین لگاتا ہو جو اسکے اصلی مقصد مین یعنی سامان آخرت بہم پہونچانے مین اس سے مدد لیتا ہو۔ لیکن دنیا کا اس انداز سے حاصل کرنا اور اسمین اتنا زیادہ حصہ لینا اسیوقت ممکن ہے جبکہ منصف بادشاہ ملک پر فرمانروا ہو اور تمام کاربار باقاعدہ شریعت کی پابندی سے چلتے ہون۔ جسکی وجہ سے لوگ قوانین شریعت کے مطابق اپنے معاملات کی نگہداشت رکھ سکین۔ تو ایسی حالت مین

دنیا سے فائدہ اُٹھانیوالے شخص کو خداوند کریم کے قول:-

وَلَا يَجِدُوْنَ فِي صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط	اور جو کچھ اُنہین دیا گیا ہے اپنے دلون مین اسکی کوئی حاجت نہین پاتے۔ اور گو اُنہین خود کوئی تنگی ہی کیون نہ لاحق ہو۔ لیکن اَوروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے ہین۔

کا مصداق پایا جائیگا۔ ورنہ دوسری صورت مین جبکہ معاملہ برعکس ہو تو میانہ روی اور کمی پر بس کرنیکے سوا کچھ اَور ہوس کرنا فساد اور تباہی کا موجب ہوگا۔ اسلئے محض ضرورت کے مطابق دنیا سے حصہ لینا اور کسیطرح زندگی کے عمدہ طریقہ سے بسر کرنیکی سعی مین مصروف رہنا چاہیئے۔

دنیا مین جس آدمی کو اچھے کام کرنے یا سامانِ آخرت بہم پہونچانیکی توفیق ملتی ہو اسکا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ دونون باتون یعنے دین و دنیا کو یکجا نہین کر سکتا تو انہی باتون کی زیادہ فکر کرتا ہے جو باقی رہنے والی اور ابدی ہین اور فانی چیز کیطرف کم توجہ کرتا ہے۔ یعنے آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ اور دنیا سے اسیقدر حصہ لینے پر بس کرتا ہے جو اُسے منزلِ آخرت تک پہونچا دینے کا کفیل ہو۔ اور وہ دنیا کے معاملات مین احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ خداوند کریم کے قول:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ط	اے لوگو! اس مین شک نہین کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اسلئے دنیا کی زندگی تمکو دھوکے مین نہ ڈالے۔ اور دیکھنا کا فریبہ خدا کے بارہ مین تمکو دھوکا نہ دے۔

کو اپنا نصب العین بنائے رکھتا ہے حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-
"مین اور دنیا دونون ایسے ہین جیسے سخت گرمیون کے دن مین سفر کرنیوالا سوار راہ مین

کوئی سایہ دار درخت دیکھکر اُسکے نیچے تہوڑی دیر آرام لینے کو اُتر پڑتا ہے اور ایک ساعت سستا کر پھر روانہ ہو جاتا ہے۔ ؎

امیر اک دار فانی ہے سراسر بسر دنیا بہلا ایسی جگہ فرمائیے پھر کوئی کیا ٹھہرے

اور جو شخص دنیا کے پھندوں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہو اسکی مثال خداوند کریم نے یون بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ ط

بتحقیق خدا تم لوگون کی آزمایش ایک نہر کے ذریعہ سے کریگا پھر جو شخص اسکا پانی پی لیگا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو پانی نہ چکھیگا وہ میری جماعت مین داخل ہوگا۔ مگر جو شخص کہ ایک ہی چلو پیئے (وہ برا نہین)۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی محبت کو تمام گناہون کی جڑ فرمایا ہے۔ اور ایک مرتبہ ارشاد کیا ''جسکے دل مین دنیا کی محبت گھر بنا لیتی ہے وہ تین آفتون مین مبتلا ہوتا ہے۔ کام جو کبھی ختم نہ ہو۔ تنگدستی جو کبھی فراغت کی صورت نہ دکھائے۔ اور امید جسکا کوئی ٹھکانا نہ ہو۔'' اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ''جس شخص کو سب سے بڑھکر دنیا ہی کی فکر ہوگی خداوند کریم اسکی ہمت کو پراگندہ کردیگا اور وہ ہر وقت اپنی تنگدستی ہی کو دیکھتا رہیگا۔ پھر بھی دنیا اُسے اتنی ہی حاصل ہوگی جتنی اُسکے حصہ مین آسکتی ہے مگر جس شخص کو آخرت کا خیال مدنظر رہیگا پروردگار عالم اُسے مطمئن دل اور غنی طبیعت عطا فرمائیگا اور دنیا خودبخود اسکی طرف کھنچی چلی آئیگی۔'' اور خداوند کریم کے قول:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ط

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اسکی کاشت مین زیادتی کرتے ہین اور جو شخص دنیا ہی کی کھیتی کا خواہان ہوتا ہے ہم اسکو اسیکا حصہ دیتے ہین اور آخرت مین اسکے واسطے کچھ بھی حصہ نہین ہوتا۔

کے بھی یہی معنے ہین لیکن اس بات کی پہچان اور اسکو حاصل کرنیکا وسیلہ صرف یہی ہے کہ عقل انسانی نور شریعت سے منور ہونے اور خداوند کریم پر اعتماد رکھنے مین کامل ہو۔

اٹھارہوان باب

عقل اور شرع ایک دوسرے کے مددگار اور محتاج الیہ ہین۔

عقل صرف شرع ہی کے ذریعہ سے راہ راست پر چل سکتی ہے اور شریعت کا ظہور بھی عقل ہی پر موقوف ہے۔ اسلئے عقل بنیاد ہے اور شرع عمارت جسطرح بنیاد بغیر عمارت کے بیکار ہوتی ہے ویسے ہی عمارت بغیر بنیاد کے ناپائدار۔ یا یون کہئے کہ عقل بینائی ہے اور شرع شعاع نور جسطرح خارجی روشنی کی کرن پڑنیکے بغیر بینائی کام نہین دیتی ویسے ہی روشنی کی کرن بینائی بغیر معلوم نہین ہوسکتی! اسی لئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:-

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ط يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ ط

بتحقیق تمہارے پاس خدا کیطرف سے نور اور ایسی واضح کتاب آئی ہے جسکے ذریعہ سے خدا اپنی رضامندی و سلامتی کے راستون پر چلنے کی خواہش رکھنے والون کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور اُنہین اپنے حکم سے تاریکی جہالت سے نکالکر ایمان و علم کی روشنی مین لاتا ہے۔

یا عقل ایک چراغ کیطرح ہے اور شرع تیل ہے جو روشنی دینے مین اسکا معین ہوتا ہے۔ گویا ان دونون چیزونکا وجود ایسا لازم و ملزوم ہے کہ ایک کے نہ ہونے سے دوسری چیز بھی نظر نہ آئیگی۔ اسکے متعلق اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ

خدا آسمانون اور زمین کا نور ہے اسکے نور کی مثال ایک طاق کیطرح ہے جسمین چراغ روشن ہو۔ چراغ

فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔

فانوس مین پنہان ہو۔ فانوس چمکدار ستارہ کیطرح دمکتا ہو (وہ چراغ) ایسے مبارک درخت زیتون (کے تیل سے) روشن ہو جو نہ پورب ہے اور نہ پچھم کیطرف کا۔ اسکا تیل اسقدر صاف ہو کہ اگر اسکو آگ بھی نہ چھو جائے تاہم وہ آپسے آپ جل اٹھتا معلوم ہوتا ہے۔ نور بالائے نور ہے۔ اللہ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کیطرف راہ دکھاتا ہے۔

اور ہدایت کرنیوالا صرف پروردگار عالم ہے۔ اور یہ مثال بھی دیجا سکتی ہے کہ شرع عقل خارجی ہے اور عقل شرع باطنی۔ اسطرح کہ یہ دونون چیزین ایک دوسری کی معاون بلکہ بالکل متحد ہین۔ اور چونکہ شرع ایک خارجی عقل تھی اسلئے خداوند کریم نے قرآن پاک کے کئی موقعون پر کافرون سے عقل کا اسم سلب فرمالیا۔ مثلاً فرمایا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ط

اور چونکہ عقل اندرونی شرع تھی اسکی صفت مین ارشاد ہوا۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ط

خدا کی قدرت ہے جسکے موافق اس نے انسانون کو پیدا کیا۔ خدا کی خلقت مین تبدیلی کو دخل نہین۔ یہی دین استوار اور درست ہے۔

گویا اس قول مین صاف طور پر عقل کا ہی نام دین رکھا ہے۔ پھر نور علے نور سے عقل و شرع کے متحد ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنے ایک نور شرع کا دوسرا نور عقل۔ اور ان مراتب کے بعد يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فرما کر کھولدیا کہ وہ دونون ملکر ایک ہی نور ہوتا ہے لہذا اگر شریعت کے ساتھ عقل نہ ہو تو وہ اکثر باتون کو سمجھنے سے اسیطرح عاجز رہیگی جسطرح آنکھ خارجی روشنی کی شعاعین موجود نہ ہونے سے دیکھنے مین بیکار رہتی ہے۔

ایک قابل توجہ امر یہ بہی ہے کہ عقل بذات خاص نہایت کم فائدہ پہونچا سکتی ہے کیونکہ وہ صرف کلیات تک رہبری کرتی ہے۔ جزئیات سے اُسے کوئی بحث نہین ہوتی۔ مثلاً مجمل طور پر اُسے وحدانیت اور وجود باریتعالی کا اعتقاد راستبازی اور نیک کرداری کی فضیلت انصاف برتنا۔ اور پاکدامن رہنے کی کوشش کرنا۔ یہ سب باتنین اچھی اور قابل عمل معلوم ہوتی ہین تاہم اُسے اتنی تمیز نہین ہوتی کہ فرداً فرداً انمین سے ہر ایک چیز کو جزئیات مین کیونکر استعمال کرے لیکن شریعت چیزونکی کلیات سے واقف بناکر اسبات کو بہی بتاتی ہے کہ ہر ایک کی جزئیات مین بھی کن کن امور کا خیال رکھنا واجب ہے۔ اور تمام چھوٹے بڑے کامون مین اعتدال کا پہلو کونسا ہے اور عقل مثلاً ہمکو یہ نہین بتاتی کہ سور کا گوشت۔ شراب اور خون حرام ہے یا کسی خاص وقت مین غذا کھانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ یا اُن عورتون سے نکاح کرنا جائز نہین جو محرمات کے زمرہ مین شامل ہین۔ اور حالت ایام مین عورت کے قریب نہ جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ احکام شرع سے تعلق رکھتے ہین اور وہی انکو بیان کرتی ہے۔ اسلئے شریعت ایک ایسے نظام و دستور العمل کا نام ہے جو صحیح اعتقادون اور مفید و مستحسن کامونکا مجموعہ ہو اور فلاح دارین کیطرف راہنمائی کرے اور جو شخص اس سے الگ ہوکر چلے وہ سیدہے راستہ سے بہٹک جائے اور چونکہ عقل شریعت کے سیدہے راستہ کو بغیر کسی راہنما یا توجہ دلانیوالے کے نہین پاسکتی اسیواسطے خداوند کریم نے ارشاد کیا۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ط	اور جبتک ہم کوئی رسول نہ بہیج لیتے اُسوقت تک ہمین عذاب دینا شایان نہ تھا۔

اور یہ بہی فرمایا کہ۔

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ط	اور اگر ہم انکو شریعت آسمانی یا رسول بہیجنے سے پہلے ہی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے خدا کیون نہین تو نے کوئی رسول بہیجا تا کہ ہم ذلیل وخوار ہونے سے قبل ہی تیری نشانیون کو مانتے۔

خداوند کریم نے عقل اور شرع کی نسبت فضل اور رحمت ہونیکا اشارہ کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ط

اور اگر خدا کی مہربانی اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے بہت کم لوگ شیطان کی پیروی سے بچتے۔

اور اس قول سے قلیل التعداد مستثنےٰ لوگوں سے وہ شخص مراد ہیں جو خدا کی برگزیدہ بندے ہوتے ہیں

انیسوان باب

شرع کی فضیلت

احکام شریعت ایک طرح کی دوائین اور تیار شدہ معجون ہین جنکو خود حکیم مطلق نے بنایا ہے۔ یہ دوا ابدی زندگی اور دائمی سلامتی حاصل کرنیکے لئے اکسیر بے نظیر ہے جسکی صفت مین خود حکیم علی الاطلاق ارشاد کرتا ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔

کیا جو مردہ تہا۔ پھر ہم نے اسمین جان ہنین ڈالی؟

اور فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط

اسیطرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح (یعنے قرآن) بذریعہ وحی تمہاری طرف بہیجی ہے۔ بحالیکہ تم کتاب اور ایمان کسی سے بہی آگاہ نہ تہے۔ لیکن ہمنے اس قرآن کو نور بنادیا ہے کہ اپنے بندوںمین سے جسکو چاہتے ہین اسکے ذریعہ سے راستہ دکھاتے ہین اور اسمین شک نہین کہ (اے پیغمبر) تم بہی سیدہا راستہ ہی بتاتے ہو۔

اس آیت کریمہ مین شریعت کو ابدی زندگی کا فایدہ دینے والی روح بہی بتایا گیا۔

اور اس امر کی تشریح کرتے ہوئے کہ شریعت قلبی بیماریون سے شفا دینے والی دوا ہے ارشاد ہوا۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ — کہدو کہ وہ (قرآن) ایمان والون کے واسطے ہدایت اور (دارو ئے) شفا ہے۔

اور

شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ط — سینہ کی بیماریون کی (دارو ئے) شفا اور ایمان والون کو واسطے ہدایت اور رحمت ہے۔

اور شریعت کو نجاست دور کرنیوالے پانی سے بھی تشبیہہ دی جیسا کہ اس آیت مین اشارہ ہے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ط — خدا نے آسمان سے مینہہ نازل کیا پھر بقدر اپنی اپنی سمائی نالے بہ نکلے اور پانی کا سیلاب جھاگ کو لے چلا۔

یعنے قانون شریعت یا قرآن پاک ایسا پانی ہے جو نفس کی نجاستون اور گندگیون کو دور کر کے اُسے صاف اور ستھرا بنا دیتا ہے۔ اور نیز ایک طرح پر شریعت کو تاریکی۔ پریشانی اور جہالت کا دور کرنیوالا نور اور چراغ بتایا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ الآیۃ اور قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ الآیۃ مین بیان فرمایا۔ پھر ایک جہت سے شریعت کو ایسا وسیلہ بھی بتایا جو خدا تک پہونچاتا ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ط — اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ اور اسکے قرب حاصل کرنیکا وسیلہ چاہو۔

اور جن لوگون کی تعریف کیگئی ہے۔ انکے بارہ مین ارشاد ہوا کہ:۔

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ ط — اپنے خدا کیطرف جانیکے لئے وسیلہ ڈہونڈھتے ہین کہ امنین سے کونسا زیادہ قریب ہے۔ اور اسکی رحمت کے امیدوار ہین۔

اور حکم ہوا کہ :-

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا ط	سب ملکر خدا کی مضبوط رسی پکڑ لو یعنے اسکے احکام وشریعت پر عمل کرو۔

اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ :-

فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ط	بس چاہیے کہ وہ لوگ اسباب مین ترقی کرین۔

اور ایک وجہ سے شریعت کو طریق مستقیم بنایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :-

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا ط	بیشک یہی میری (نزدیکی کے لئے) سیدھی راہ ہے۔

فصل - خداوند کریم نے اپنے قول :-

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ	اے لوگو اُس ارض مقدس مین داخل ہو جسکو خدا نے تمپر فرض کر دیا ہے۔ اور اپنے پیچھے کیطرف نہ لوٹ جاؤ۔

مین جس ارض مقدس کا ذکر فرمایا ہے اسکے متعلق بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے دنیا مین شریعت اور آخرت مین جنت مراد ہے۔ کیونکہ یہی ایسی چیز ہے جسمین داخل ہو کر انسان پیچھے کو نہین پھرتا۔ اور سب سے بڑی سعادت بلا استثنا رحاصل کر سکتا ہے۔ نیز بیت المقدس مین صرف داخل ہو جانے سے کچھ ثواب نہین ملتا۔ بلکہ ثواب کا حاصل ہونا بہت سی دوسری باتون کی پابندی پر منحصر ہے جنکے آخر مین اُس مکان کے اندر قدم رکھنا زیبا ہے جسکو بیت المقدس کہتے ہین۔ اور جسکے اندر ایک خاص طریقہ اور خاص حالت سے لوگ جایا کرتے ہین۔ اور خداوند کریم کے قول :-

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ	کیا انہونے غور نہین کیا کہ ہم نے ایک امن کا حرم مقرر کیا ہے حالانکہ لوگ اپنے گرد وپیش والونپر لوٹ کھسوٹ

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ	کیا کرتے ہین۔کیا باطل پر ایمان رکھتے ہین اور خدا کی نعمت کی ناشکری کرتے ہین۔

امام جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کسی فقیہ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ یہان حرم سے تہر مکہ مراد ہے۔ امام موصوف نے یہ بات سنکر ارشاد کیا۔پہر کسقدر حیرت کا مقام ہے کہ مکہ سے بڑہکر کس سرزمین کے اطراف مین زیادہ لوٹ ہوتی اور اُچکا پن کیا جاتا ہے۔ اور اسی بات پر خداوندکریم کا یہ قول بہی دلالت کرتا ہے کہ

وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؕ	یعنے دنیا مین جو چیز تمکو دیگئی ہے وہ تو اسی فانی زندگی کا سامان ہے اور اسی کی زیب و زینت مگر جو چیز خدا کے یہان ہے وہ بہت اچہی اور زیادہ پائدار ہے کیا تم اتنا بہی نہین سمجہتے۔

اور ایسے ہی ارشاد ہوا ہے:۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ؕ	اور جب اُن سے کہا گیا کہ تم اس گانون مین رہو۔ اور جو کچہہ جی چاہے کہاؤ۔اور کہو کہ (اے خدا) ہمارے گناہون کا بار ہمارے سر سے اُتار دے۔ اور دروازہ مین سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو۔ ہم تمہاری خطائین بخش دینگے اور آگے چلکر نیک کام کرنے والون کے واسطے مرتبے زیادہ کرینگے

ان تمام احکام کا مدعا یہی ہے کہ دنیا مین عقل و ہوش سے کام لیکر شریعت الٰہی اور قانون فطرت کی پابندی کرو۔خدا کو یاد رکہو۔نیک کام کرو۔اور زمین مین فساد نہ برپا کرو۔تو یہان بہی مزے اُٹہاؤگے اور اسکے بعد عالم آخرت مین اُن نعمتون کو حاصل کرسکوگے جنہین دنیا والے خواب و خیال مین بہی نہین دیکہہ سکتے۔ چنانچہ بقول رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم

سافروا انغموا جس سفر مین غنیمت حاصل ہونیکا وعدہ کیا گیا ہے وہ اِسی دار القرار اور ارض مقدس آخرت کا سفر ہے ۔ اور خداوند کریم نے اپنے قول فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ مین جسطرف بھاگنے کا اشارہ کیا ہے وہ اسی سمت کو بُلا رہا ہے اور صاف عیان کرتا ہے کہ جو راستہ خدا کیطرف گیا ہے اُسکی سمت قدم اُٹھاؤ تاکہ ابدی راحت پاؤ ۔ اور ایسی ہی آیۂ کریمہ

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ ط	اور خدا اور اسکے رسول کیطرف سے لوگون کو حج اکبر کے دن کیطرف پکارا جاتا ہے ۔
اور وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط	اُن لوگون پر خدا کے واسطے بیت اللہ کا سفر کرنا فرض کیا گیا ہے جنکو اسکیطرف جانیکا راستہ بآسانی ملسکے ۔

مین جس حج اکبر کی دعوت دیگئی ہے وہ بھی تزکیۂ باطن اور پابندی احکام آلٰہی کیطرف اشارہ کرنیکے لئے اور :-

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ط	خدا کے راستہ مین جہاد کا حق ادا کرو ۔
اور ۔ اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط	کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اُسمین ہجرت (ترک وطن) کرتے ۔

ان آیتون مین جس جہاد اعظم اور ہجرت کبریٰ کا فرمان ملا ہے ۔ وہ بھی نفس کی خواہشون کو مغلوب بنا کر اوامر آلٰہی کی تعمیل ۔ اور تیرہ خاکدان ارضی سے ملاء اعلیٰ پر ہجرت کرجانے کی ترغیب دینا ہے ۔

بیسوان باب

جو شخص خدا کی عبادت اور پابندی شرع نہ کرتا ہو وہ انسان نہین

انسان صرف عقل کیوجہ سے انسان ہوتا ہے اسلئے اگر وہ عقل سے خالی ہوجائے تو اسصورت مین وہ انسانیت سے بھی خارج ہوجائیگا اور ایسے جسم بے جان کو ہزار گناہون کا ارتکاب کرتے بھی دیکھین تو وہ ایک مہمل جانور یا مٹی کی مورت سے بڑھکر قابل وقعت نہ ہوگا عقل کی تکمیل اُسوقت تک نہین ہوتی جبتک کہ وہ انوار شرع سے ہدایت حاصل نہ کرے۔ بلکہ اسوقت تک وہ عقل کہلانیکی بھی مستحق نہین ہوتی۔ اسیواسطے جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے کفار کو دائرہ عقل سے خارج فرمایا گیا۔ کیونکہ وہ شرع سے ہدایت نہین حاصل کرسکے۔ اور شرع سے ہدایت حاصل کرنیکی مراد خدائے واحد کی عبادت ہے۔ ان مقدمات کو ترتیب دینے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسی حالت مین فی الحقیقت انسان ہی خدا کی عبادت کرتا ہے۔ اور وہ اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جیساکہ خداوندکریم کے قول

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ط

ہم نے جنون اور انسانون کو صرف عبادت کی لئے پیدا کیا ہے۔ انکی خلقت سے کچھ یہ غرض نہین تھی کہ وہ روزی پائین اور کھانا دیتے رہین۔

سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے:۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط

اُنہین صرف خلوص کے ساتھہ عبادت الٰہی کرنیکا حکم دیا گیا ہے اور اُسیکے ماننے کا۔

لہذا جبکہ انسان سے یہ فعل ظہور مین نہ آئے تو اُسے معدوم سمجہنا بالکل بجا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے روزمرہ کے محاورات ہی مین اس قسم کی مثالین موجود ہین جنسے ہم اپنے مذکورہ بالا دعویٰ پر استدلال کرسکتے ہین۔ مثلاً اکثر حالتون مین جب کسی چیز کا فعل ناقص دیکہا جائے تو اس سے اسکا نام چہین لیا جاتا ہے۔ جیسے نکمی گہوڑے کو کہتے ہین کہ یہ گہوڑا نہین۔ اور ناقص آدمی کو کہا کرتے ہین کہ وہ بہی کوئی آدمی ہے؟ یا اندہے اور بہرے کو جسکی آنکہ اور کان بظاہر سلامت نظر آتے ہون کہدیا جاتا ہے کہ فلان شخص کی آنکہ نہین اور فلان شخص کے کان نہین۔ اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اسکے ان اعضا کا فعل باطل ہوگیا ہے۔ اسی اعتبار پر خداوند عالم نے فرمایا:-

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ط | بہرے گونگے اندہے ہین پس وہ نہیں سمجہتے

یہ اُن لوگون کی شان مین ہے جنہون نے ان اعضا سے کام لینا اور فائدہ اُٹہانا چہوڑا تہا۔ لہذا انسان جسقدر اپنی خلقت کی غرض یعنے عبادت بجا لائیگا اسیقدر اسکا مرتبہ انسانون مین بلند ہوگا۔ جو شخص پوری طرح اسکی تکمیل کردیگا اسکی انسانیت کامل ہوگی اور جو اس سے روگردانی کریگا وہ حیوان مطلق بلکہ اس سے بہی بدتر ہوجائیگا جیسا کہ خداوند کریم نے کفار کے حق مین فرمایا ہے۔

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ | وہ لوگ چوپایونکی طرح بلکہ اُن سے بہی بڑہکر گمراہ ہین۔

اور ارشاد کیا:-

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ط | خدا کے نزدیک وہ چوپائے نہایت برے ہین جو گونگے بہرے اور لا یعقل ہین۔

ان آیتون سے واضح ہوتا ہے کہ خدا نے اُنکو چوپایون کے شمار مین بہی رکہنا پسند نہین کیا بلکہ اُن سے بہی بڑہکر گمراہ اور بُرا فرمایا ہے اور انکا کلام بیان کی حد سے خارج کردیا چنانچہ فرماتا ہے:-

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ط	خانہ کعبہ کے پاس کافرون کی نماز بجز تالیان اور سیٹیان بجانیکے اور کچھ نہ ہوتی تھی۔

اس آیہ کریمہ مین باریتعالی نے یہ بتلایا ہے کہ وہ محض جڑیونکی طرح زقیل مار کرنے اور ریہ پیٹھیانے رہتے تہے۔ اور خداوند کریم نے ایک نہایت پاکیزہ نکتہ یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان صرف دین کی پابندی سے انسان بن سکتا ہے ورنہ بغیر پابندی مذہب نہ وہ انسان ہوتا ہے اور نہ دینی حقائق کو بیان کرنیکی قدرت پاکر صاحب بیان بن سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد کیا۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ط	اللہ رحمن نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا اور اسکو بیان سکھایا۔

اس آیت مین ابتدا قران کی تعلیم سے فرمائی اسکے بعد خلقت انسان کا ذکر کیا۔ اور اسکے بعد تعلیم بیان کا تذکرہ فرمایا۔ مگر اِن دونون جملون کے مابین حرف عطف (واو) نہین داخل کیا۔ حالانکہ عام استعمال کے رُو سے جو انسانون کی گفتگو مین ہوتا ہے ان جملون کی ترتیب یون ہونی چاہیئے تہی۔ خلق الانسان وعلمہ البیان وعلمہ القران کیونکہ ہمارے دیکھنے مین انسان کی پیدایش مقدم ہے اسکے بعد بولنے کی تعلیم ہوتی ہی اور اسکے بعد قران کی تعلیم دیجاتی ہے لیکن چونکہ جبتک انسان قران کے ساتھہ خصوصیت نہ حاصل کرے وہ انسان نہین شمار کیا گیا۔ اسلئے قران سے ابتدا کی اور اسکے بعد خلقت انسانی کا ذکر کیا تاکہ لوگون کو آگاہی حاصل ہو جائے کہ درحقیقت آدمی کو تعلیم قران ہی کے ذریعہ سے انسان بنایا گیا ہے اور اسکے بعد علمہ البیان کا جملہ ذکر کرکے تنبیہہ کردی کہ وہ بیان حقیقی جو انسان کے ساتھہ مخصوص ہے قران سے واقفیت بہم پہونچانیکے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اس خاص ترتیب سے حرف عطف کو ترک کرکے خبردار کردیا کہ یہ سارا جملہ اپنے پچھلے جملہ پر عطف نہین بلکہ اسکا بدل واقع ہوا ہے۔ اور اسکا مدعا یہ ہے کہ جسوقت تک انسان عبادت کے طریقون سے آگاہ اور اس سے مخصوص نہ ہوگا وہ انسان نہین کہلا سکتا

اور جبتک اسکا کلام شرع کے موافق نہ ہوگا اُسوقت تک اُسے بیان نہین کہینگے۔

یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ پھر اس اعتبار سے تو کافر کو انسان کہنا درست نہین مگر خدائے پاک نے عام طور پر قرآن مین کافرون کو انسان کے نام سے یاد کیا ہے یہ کیا بات ہوئی؟ اسکے جواب مین یہ کہنا چاہیئے کہ ہم کچھ عام محاورہ کے لحاظ سے یہ نہین کہتے کہ کافر کو انسان نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ ہماری مراد تو یہ ہے کہ عقل اور شرع کے قضیہ کا مقتضی یون ہے کہ جبتک اسمین وہ خاص عقل جو شرع کے ساتھہ مختص ہے نہ پائی جائے کافر کا انسان کہا جانا اطلاق مجازی ہوگا نہ کہ اطلاق حقیقی۔ ایسے ہی اگر عرف عام کے لحاظ سے اُسے انسان کہدیا گیا تو اسمین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ اکثر اسما کسی ایک معنون مین استعمال کئے جاتے ہین لیکن شرع انکی بابت حکم دیتی ہے کہ انکا وہ عام استعمال غلط معنون مین لیا گیا ہے اور اسکے اصلی معنے کچھ اور ہین۔ مثلاً غنی کا لفظ عام محاورہ مین اسکے لئے مستعمل ہوتا ہے جو بہت بڑا مالدار ہو۔ اور شرع نے بیان کیا ہے کہ غنی کثرت مال کا نام نہین بلکہ نفس کی بے پروائی کا نام ہے جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے۔ لیس الغنی بکثرۃ المال۔ انما الغنی غنی النفس۔ اور اللہ پاک ارشاد کرتا ہے:۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ط	اور جو شخص مالدار ہو اُسے مباح طور پر متاع دین رکھنا چاہیئے۔

اسجگہ وہی عام اور عرفی معنے لئے گئے ہین۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر حکیم و دانشمند آدمی کسی چیز کا نام مطلق بطور مدح استعمال کریگا تو وہ اُس شئے کے سب سے اعلیٰ فرد پر شامل ہوگا۔ جیساکہ خداوندکریم نے اپنے قول وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ مین وہ ذکر مراد لیا ہے جو سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ ہو۔ اگرچہ عموماً ذکر کا لفظ اچھا اور بُرے دونون ہی قسم کے ذکر و خبر بولا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے ہر چیز کی خوبی اپنے نوع کے لفظ سے

بیان کیجاتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ بس فلان شخص انسان ہے۔ اور یہ تلوار تلوار ہی ہے"۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ انسان مطلق ہی ہر زمانہ کا نبی ہوا کرتا ہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "آدمی صرف دو ہین۔ ایک عالم اور دوسرا علم حاصل کرنیوالا۔ انکے سوا باقی سب عوام کالانعام ہین"۔ ایک عالم کا قول ہے کہ جسنے انسان کو حیّ ناطق اور میّت کہا اُس نے ٹھیک بات کہی ہے۔ اور اس قول کے وہ معنی نہین جو اکثر لوگ خیال کرتے ہین کہ اسمین حیوانی زندگی اور موت کے ساتھہ نطق کی قوت بھی پائی جاتی ہے جو نوع انسان کی فصل ہے۔ بلکہ یہان پر حیّ سے وہ شخص مراد ہے جسکو خدا کے قول وَلِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا مین مذکورہ زندگی ملی ہو۔ اور نطق سے وہ بیان مراد ہے جو باریتعالی کے قول عَلَّمَهُ الْبَيَانَ مین آیا ہے۔ اور میّت سے وہ شخص مراد ہے جس نے احکام شریعت کے مطابق اپنی شہوانی اور غضبی قوتون کو زیر کرکے اپنے تئین بالارادہ میّت اور طبعاً زندہ جاوید بنا لیا ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بنجاتا

اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ من امات نفسہ فی الدنیا فقد احیاھا فی الاخرۃ۔ یعنے جس نے دنیا مین نفس کشی کر لی وہ آخرت مین زندہ بنگیا۔

اکیسوان باب

شرع کن کامونکا حکم دیتی ہے

انسانی حالات کی بالعموم دو قسمین ہین ایک قسم کی حالت ایسی ہے جسمین نہ کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور نہ اُسے اچھا یا برا کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً نبض کا چلنا۔ سانس کا

روان رہنا یا اسیطرح کی دیگر ضروری باتین جنسے انسان کا چھٹکارا ہی محال ہے اور وہ افعال خواہ مخواہ اُس سے صادر ہوتے رہتے ہین۔ اور اس قسم مین وہ افعال بھی داخل ہین جو آدمی کو کسی دباؤ کیوجہ سے مجبوراً کرنے پڑین۔ یا غلطی اور نادانستگی مین اُس سے سرزد ہو جائین۔ جسکی بابت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میری امت پر سہو اور نسیان سے یا مجبوراً کوئی برا کام کرنے سے عذاب نہین ہوگا"۔

اور دوسری قسم کی وہ حالت ہے جسپر نیکی بدی کا حکم لگایا جاتا ہے اور اسکی جنس مین ایک طرح کی تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اس حالت مین تین چیزین داخل ہین۔ اول وہ افعال جو ہاتھہ پیر یا دیگر اعضا کے ساتھہ مخصوص ہین۔ جیسے اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ سوار ہونا۔ چلنا۔ دیکھنا۔ اور ہر ایک ایسا کام جسکے واسطے بدن کا کوئی حصہ مشتغل ہو۔ دوم نفسانی التو نکا تحفظ۔ یعنے شہوت۔ خوف۔ لذت۔ خوشی۔ غضب۔ شوق۔ مہربانی۔ اور غیرت وغیرہ اس قسم کی باتین جو نفسانی جذبات کہلاتی ہین۔ اور تیسری وہ جو صرف علم اور تمیز کے ساتھہ مخصوص ہو۔ یہ تینون باتین ایسی ہین کہ انپر یا تو انسان کی تعریف و مدحت کیجاسکے یا ہجو و مذمت۔

صورت اولی یہ ہے کہ انسان کے کام اچھے ہون۔ اُسکے نفسانی جذبات راستی کے پابند ہون اور اسکا قلب تیز فہم اور زود اثر ہونیکی وجہ سے فوراً حق کی شناخت اور اُسکے اعتقاد کی قوت رکھتا ہو۔ دوسری یعنے برائی کی شکل اسکے برعکس ہے۔ یعنے نہ اُسکے کام اچھے ہون نہ اُسے اپنے نفسانی جذبات پر قابو ہو۔ اور نہ اُسکے دل مین تاریکی کے باعث نور ایمان جگہ پاسکے۔ والعیاذ باللہ منہ۔

اور عبادتون کا تعلق انہی تینون کے ساتھہ ہوتا ہے۔ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے یا مرتکب ہوتا ہے خواہ وہ فعل واجب ہو یا مستحب اور مباح ہو۔ ہر حالت مین اسکو اندر خدا کی عبادت اور اسکے حکم کی اطاعت پائی جاتی ہے اور وہ عبادت یا باستثنائے عقل کے ذریعہ سے

ظاہر ہوتی ہے یا کتاب اللہ۔ حدیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم)، اجماع امت اور اُن اعتبارات و قیاسات کے ذریعہ سے بیان کیجاتی ہے جو کتاب و سنت اور اجماع امت کے اصول پر مبنی ہون۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ خود کتاب الٰہی مین تمام احکام موجود ہین جنکی بابت باریتعالی ارشاد فرماتا ہے:۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ | ہم نے کتاب (قرآن) مین کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑا جسکا بیان نہ کر دیا ہو۔

ہان صرف ہمارے غور کرنیکی ضرورت ہے جس نے سوچا پایا اور جو غافل رہا وہ کھو یا گیا اور اگر انسان مباح فعل کو بھی حکم خداوندی کے مطابق کرے تو اُسے عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "تمکو ہر بات کا ایک ثواب ملیگا یہانتک کہ تم اپنی بیوی کو جو لقمہ کھلاتے ہو وہ بھی باعث ثواب ہوگا" کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سعد رضی اللہ عنہ کی بابت معلوم ہو تھا کہ وہ اپنے ہر ایک کام مین حکم خدا کی رعایت کرتے ہین۔ اور ایک مرتبہ حضور انور نے ارشاد کیا کہ "جو مسلمان کوئی درخت لگائے۔ اگر اُسے اپنے لگائے ہوئے درخت کا پھل کھانا نصیب نہ ہو تو وہ اسکے حق مین صدقہ کا حکم رکھیگا"۔ غرضیکہ ہر ایک چھوٹے بڑے کام مین حکم ایزدی کا خیال رکھنا عام لوگون کے واسطے باعث ثواب اور کار خیر ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن لوگون کے لئے جنکا درجہ آپکے قریب ہو واجب ہے کیونکہ خداوند کریم اسکی بابت یون حکم دیتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ یعنے اے پیغمبر جیسا تمکو حکم دیا گیا ہے اسکے مطابق سیدھے ہو کر چلو اور جن لوگون نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے وہ بھی اس حکم کی پابندی کرین۔ اس نص صریح سے افعال دنیاوی مین استقامت برتنا خاص اُنکو نیز واجب کر دیا ہے۔

بائیسوان باب

عبادت کی حقیقت

عبادت کیا ہے ایک اختیاری فعل ہے جو جسمانی خواہشون کے خلاف ایسی نیت سے صادر ہو کہ اسمین خدا کی فرمانبرداری اور شریعت کی اطاعت مقصود ہو۔ اس تعریف مین جتنی قیدین رکھی گئی ہین ایمن سے ہر ایک مین کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت مرعی ہے۔ مثلاً فعل کے ساتھ اختیاری کی قید لگانے سے وہ افعال داخل عبادت نہین رہتے جو غیر اختیاری طور پر یا کسی دباؤ کیوجہ سے سرزد ہون اور اسمین کسی کام کو خود ہی چھوڑ دینا بھی شامل ہے کیونکہ اپنے اختیار سے کسی بات کو ترک کر دینا بھی فعل ہے۔ مگر مجبوراً ترک ہو جانا فعل مین داخل نہین۔ دوسری قید یہ تھی کہ جسمانی خواہشون کے خلاف ہو۔ اس قید نے اُن افعال کو تعریف سے خارج کر دیا جو عبادت مین شمار نہین ہو سکتے۔ ہان مباح باتین مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔ اگر انکو حکم شریعت کی پابندی کے لحاظ سے کیا جائے تو یہ بھی عبادت مین داخل ہوتے ہین ورنہ نہین۔ اور قرب الٰہی کی نیت نہ ہونے سے بھی عبادت کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ وہ فعل ظاہرداری مین شامل رہیگا۔ پابندی شریعت کی قید اسبات کا اظہار کرتی ہے کہ خلاف شرع باتو نکا ارتکاب عبادت کے شمار مین نہین ہو سکتا خواہ اُنکو کیسی ہی اچھی نیت سے کیا جائے۔ غرضکہ جس فعل مین یہ سب اوصاف جمع ہونگے وہی عبادت ہوگا۔ ورنہ اسکے ماسوا کو عبادت سمجھنا غلطی ہے۔

تئیسوان باب

علم اور عمل کے لحاظ سے عبادت کی قسمین

عبادت کی دو قسمین ہین۔ ایک علم۔ دوسری عمل۔ اور یہ دونون لازم وملزوم ہین۔ اگر ایک نہ ہو تو دوسری کا بھی وجود نہ ہوگا۔ علم بغیر عمل کے اور عمل بلا علم کے ہرگز مفید نہین اسیواسطے خداوند پاک ارشاد فرماتا ہے :-

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ	خدا ہی کیطرف پاک کلمے صعود کرتے ہین۔ اور عمل صالح کو وہی بلند بناتا ہے

اگرچہ علم سب سے اعلیٰ فضیلت ہے لیکن بغیر عمل کے اسکی کوئی وقعت نہین۔ علم کے شرف کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ اعمال مین سب سے افضل عمل کونسا ہے ؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم۔ سائل نے دوبارہ سوال کیا۔ پھر اسکو یہی جواب ملا کہ علم۔ تیسری مرتبہ پھر سائل نے عرض کی۔ "مین حضور سے عمل کی بابت استفسار کرتا ہون علم کو نہین پوچھتا"۔ اسوقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کرنا جہالت کی حالت مین بہت کچھ عمل کرنے سے بہتر ہے"۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

طلب العلم فريضة على كل مسلم۔	علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

علم کی دو قسمین ہین۔ اول نظری دوم عملی۔ علم نظری کا صرف جان لینا کافی ہے اسکے حاصل ہونیکے بعد کسی عمل کی حاجت نہین رہتی۔ مثلاً توحید باری تعالیٰ کا علم اس کے فرشتون۔ آسمانی کتابون۔ خدا کے رسولون۔ روز قیامت اور آسمانون وغیرہ کی پہچان یا

ایسی ہی اور باطنوں کی شناخت کسی عمل کی محتاج نہیں۔ ان باتوں کا صرف سمجھ لینا لازم اور یہی کافی ہے۔ اور عملی علم کے محض جان لینے کا کوئی نفع نہیں ہوتا تاوقتیکہ اسپر عمل بھی نہ کیا جائے مثلاً۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ جہاد اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا علم اسوقت تک مفید نہیں ہوتا جبتک اسپر عمل بھی نہ کیا جائے۔

اعمال کی تین قسمیں ہیں۔ بعض اعمال محض قلب سے مختص ہوتے ہیں اور بعض صرف بدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض اعمال اسطرح کے ہوتے ہیں کہ انہیں بدن اور قلب دونوں کی شرکت پائی جاتی ہے۔ اسیطرح علم کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اس نظر سے کہ علم کو حاصل کرنا پڑتا ہے اسکا اکتساب عمل میں داخل ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ علم حاصل ہوکر اسکا تصور قلب میں آگیا ہے پھر وہ عمل کی ذیل سے باہر ہوجاتا ہے۔ اور دوسری صورت سے علم کی پھر دو قسمیں ہوجاتی ہیں۔ ایک واجب دوسری مستحب (پسندیدہ)۔ علم واجب کو عدل کہتے ہیں۔ اور مستحب علم احسان کہلاتا ہے۔ علم کی ان دونوں قسموں کا ذکر خدائے پاک نے اپنے کلام پاک میں یوں فرمایا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ | خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اس اعتبار سے فرض اور عمل وہ شئے ہے کہ اگر انسان اسپر عمل کرے تو ثواب پائے۔ ورنہ سزا کا مستوجب ہو۔ اور مستحب و احسان وہ چیز ہے کہ اسپر عمل کیا جائے تو ثواب ہو ورنہ عذاب نہ ہو۔ مثلاً انصاف جو نیکی کے مقابل میں مساوی نیکی اور بدی کے بدلے ویسی ہی بدی کرنیکا نام ہے عدل ہے۔ اور رحم و کرم جو نیکی کے عوض میں اس سے بڑھکر بھلائی کرنے اور بدی کو معاف کردینے یا واجبی سے کم سزا دینے کا نام ہے احسان اور نیکوکاری ہے۔ اسلئے احسان اور رحم کرنا عدالت اور انصاف میں اتنا لحاظ کرنیکا درجہ رکھتا ہے تاکہ اسکے اندر کوئی خلل نہ پڑے۔ کیونکہ اگر تم اوروں کو انکے حق سے زیادہ دوگے اور خود اپنے حق سے کم لوگے تو یہ احتیاط اور دوراندیشی کا مقتضی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کی جو

مقدار تم پر واجب ہے اس سے زیادہ رقم دینا یا یتیم کے مال مین سے جسقدر حصہ لینا تمہارے واسطے حلال ہے اُس سے دست بردار ہو جانا تمہاری نیک طینتی اور احتیاط پر دلالت کریگا۔ غرضکہ گو عدالت اچھی چیز ہے لیکن احسان کا مرتبہ اُس سے بڑھا ہوا ہے۔ اسیواسطے خداوند عالم جل شانہ نے اس شخص کے حق مین جس نے عدل کرنیکے ارادہ سے اپنا حق ادا کیا ہو فرمایا ہے:۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ط	اور جن لوگون پر ظلم ہوا ہو اور وہ اسکے بعد بدلہ لین تو ان پر کوئی الزام نہین۔

اور اسکے بعد یہ ارشاد کیا:۔

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ اور وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۔	لیکن اگر تم معاف کر دو تو یہ بات خدا ترسی سے قریب تر ہے اور آپسکی بڑائی کو مت بھولو۔

فرماکر اس امر کیطرف اشارہ کیا کہ احسان اچھا ہوتا ہے اور رحم و کرم کا مرتبہ اُس سے بھی بڑھکر ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد کیا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۔	جن لوگون نے اچھا کام کیا انکے واسطے ایک نیکی اور اس سے بڑھکر بھی ہے۔

اسلئے انسان پہلے عادل ہوتا ہے اور اُسکے بعد محسن و کریم یعنے احسان و کرم کرنیوالا۔ لیکن جو شخص ضروری بات چھوڑکر غیر واجب امر کے کرنے پر جھک اُسے ہرگز صاحب فضل نہین کہینگے فضل و کرم اسی شخص کو زیبا ہے جو اپنے ذاتی فرائض ادا کرنیکے بعد دوسرون سے مزید سلوک کرے۔ مگر حاکم جسکا فرض یہ ہوتا ہے کہ دوسرون کے حقوق کی نگرانی کرتا رہے اور لوگون کو ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرنے دے اُسے بجز انصاف و عدالت کے کسی اور بات کیطرف متوجہ ہونا جائز نہین۔

فصل کیفیت کے اعتبار سے علم کی دو قسمین ہین۔ تصور اور تصدیق۔ تصور اسکو

کہتے ہین کہ انسان ایک چیز کے معنے سمجہہ لے۔ خواہ وہ معنے اُسے دلالت کے ذریعہ ہی صحیح معلوم ہون یا غیر صحیح۔ مثلاً ایک شخص کو نماز اور اسکے شرائط کا پوری طرح حال معلوم ہے تو وہ نماز کا تصور رکہتا ہے۔ اب اسکی ضرورت نہین کہ نماز اور اسکے شرائط کی صحت بہی اسپر دلالت کے ذریعہ سے ثابت ہو۔ اور تصدیق اسکو کہتے ہین کہ ایک تصور کا تصور بہی دلالت کے ساتہہ ثابت ہو جو اسکے صحیح ہونیکا حکم دیتی ہو۔

تصدیق تین طرحپر ہوتی ہے۔ اول گمان غالب۔ اسکی یہ صورت ہے کہ دلالت کے ساتہہ ہی کبہی کوئی شبہہ اس دلالت کو کمزور یا باطل بہی کر دیتا ہو۔ جیسے کلام پاک ارشاد فرماتا ہے

إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ط

جبکہ ان کو شیطان کی طرف کا کوئی خیال چہو بہی جاتا ہے تو اس سے متنبہ ہوتے ہی وہ فوراً راہ صواب دیکہنے لگتے ہیں

دوم یقینی علم۔ یعنے اسطرح ہو جانا کہ علم کے ساتہہ ہی اپنے علم کا بہی علم حاصل ہو۔ اور اسمین کوئی شبہہ ہی باقی نہ رہے۔ جیسے ہم دو اور دو ملکر چار ہو جانیکا یقین کامل رکہتے ہین یا وہ علم کم اور زیادہ نہ ہو سکے۔ جیسے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا۔

مومن وہ لوگ ہین جو خدا اور رسول پر ایمان لائے اسکے بعد کبہی شبہہ مین مبتلا ہی نہین ہوتے۔

تیسرے عین الیقین حاصل ہونا جسکی تعریف یہ ہے کہ ایک بات کو جسطرح بظاہر عقل سے دیکہتا ہے اسیطرح خواب اور بیداری دونون حالتون مین دل کی آنکہون سے بہی دیکہہ سکے۔ چنانچہ ان وجوہ کے متعلق خداوند یون ارشاد فرماتا ہے:۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ط

سن رکہو آگے چلکر تمہین معلوم ہوگا۔ پہر سن رکہو کہ آگے چلکر تمہین حقیقت کا انجام معلوم ہوگا۔ بات یہ ہے کہ اگر تم اچہی طرح جانتے ہوتے تو ضرور دوزخ کو آنکہون سے دیکہ لیتے پہر اسکو بلا شبہہ ایک دن یقینی طور پر آنکہون سے دیکہو گے۔

مجرد تصور ان عام لوگون کو ہوتا ہے جنکی بابت خداوند کریم نے ارشاد کیا۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ	اور اگر اس بات کو معلوم کرنیکے لیے رسول خدا اور ان لوگون کیطرف رجوع لاتے جو انہین سے برسر حکومت ہین تو جو لوگ بات کو کہود کرید کر اسکی اصلیت نکال لیتے ہین وہ اُسے ضرور جان جاتے

اور غلبہ ظن ایسے عام لوگون کو ہوا کرتا ہے جنکی نسبت باریتعالی فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ	جو لوگ گمان کرتے ہین کہ انہین آخر اپنے خدا کے سامنے جانا ہے۔

باقی رہا علم الیقین۔ وہ اُن خاص لوگونکو حاصل ہوا کرتا ہے جو خدا کے برگزیدہ بندے ہوتے ہین۔ مثلاً اولیاء اللہ اور سالکین عارف باللہ۔ اور عین الیقین دنیا مین صرف انبیاء علیہم السلام اور بعض صدیقین کا حصہ ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی بابت ارشاد فرمایا ہے۔

تنام عینی ولا ینام قلبی۔	میری آنکھ سو جاتی ہے مگر میرا دل نہین سوتا۔

اور فرمایا مین اپنے پس پشت بہی اُسیطرح دیکھتا ہون جیسے سامنے کی چیزون کو دیکھہ سکتا ہون۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین

لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا	یعنے اگر پردہ غیب کہول ہی دیا جائے تو مجھکو موجودہ یقین کی نسبت کوئی زیادہ یقین حاصل نہو۔

مراد یہ ہے کہ ایسا کامل الیقین ہے جسمین کمی اور زیادتی کی مطلق گنجائش ہی نہین۔ ایک حکیم کا قول ہے:۔ علم الیقین غور اور بار بار اسکی یاد تازہ کرتے رہنے ہی سے حاصل ہوا کرتا ہے کیونکہ عقل غور اور تحقیق کے ذریعہ سے معارف کا ادراک کرتی ہے۔ اور پہر اُن معارف کو بہولجائے یا انکی طرف سے غافل ہوجائے تو یادداشت کی تکرار سے انکی

یاد تازہ کر سکتی ہے اور اپنے ذہن سے ہمیشہ اُن معارف کیطرف اسیطرح دیکہا کرتی ہے جیسے ہم ایسی محسوس چیزون کو جو ہماری نگاہون سے اوجہل نہین ہوتین بلا کسی بحث و طلب اور غور و تامل کے دیکہتے رہتے ہین اسیطرح یہ بہی کہا گیا ہے کہ انسان عقل سے کام لیکر بذریعہ فکر حق کو دیکہتا ہے۔ اور ملائکہ ہمیشہ صرف ذہن ہی کے ذریعہ سے ذات باری کا مشاہدہ کرتے رہتے ہین۔ انکو فکر اور طلب مین مشغول ہونیکی ضرورت نہین پڑتی۔

فصل - علم سے خود فائدہ حاصل کرنے اور اسکے ذریعہ سے دوسرونکو فائدہ پہونچانے مین انسان کی تین حالتین پائی جاتی ہین۔ ایک حالت مین وہ صرف خود فائدہ حاصل کرتا ہے۔ دوسری حالت مین وہ اپنے سے اعلیٰ اشخاص سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور اپنے سے کم درجہ والون کو خود فائدہ پہونچاتا ہے۔ اور تیسری حالت مین وہ محض دوسرون کو فائدہ پہونچانیکے کام آتا ہے لیکن اس حالت کے مستحق بہت کم لوگ ہوتے ہین کہ وہ فائدہ دینے کے سوا خود فائدہ اُٹہانیکے محتاج ہی نہ ہون۔ اسلئے کہ دنیا مین ہر ایک علم والون مین ایک سے ایک بڑہ چڑہکر لوگ پائے جاتے ہین۔ یہانتک کہ بجز علام الغیوب جل شانہٗ کے اور کسیکا علم کامل و مکمل نہین۔ خداوند کریم نے موسیٰ علیہ السلام کا قول :-

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ط	کیا مین اس شرط پر تمہاری پیروی کر سکتا ہون کہ جو اعلیٰ درجہ کی باتین تمکو معلوم ہین وہ مجہے بہی سکہا دو۔

جو اُنہون نے اپنے ساتہی (حضر علیہ السلام) سے کہا تہا۔ نقل فرما کر اس امر کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان کو خواہ وہ کسی پایہ اور رتبہ کا کیون نہ ہو استفادہ کی بہر حال ضرورت رہتی ہے۔ اور اسیطرح سلیمان علیہ السلام کے قصہ مین ہُدہُد کی زبانی :-

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ط	مینے وہ بات معلوم کرلی ہے جسکی آپکو خبر بہی نہین

کا جملہ سنا کر اسبات سے آگاہ کیا ہے کہ کبہی کبہی کسی امر کے علم حاصل کرنے مین بڑے شخص کو

ادنیٰ درجہ والے کیطرف رجوع لانیکی بہی حاجت پڑ جاتی ہے۔ اور اسی لئے جبتک انسان زندہ رہے اسپر واجب ہے کہ وہ افادہ اور استفادہ سے خالی نہ ہو۔ جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلنَّاسُ عَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ وَمَا سِوَاهُمَا هَمَجٌ۔	آدمی دو ہی ہوتے ہین ایک عالم اور دوسرا طالب علم۔ ان دونون کے ماسوا اور جتنے لوگ ہین وہ احمق اور دائرہ انسانیت سے خارج ہیں

چوبیسوان باب

عبادت کی غرض نفس کو پاک بنانا اور اسکی درستی کا خیال رکھنا ہے

خداوند کریم نے بندون کو عبادت کی اسلئے تکلیف نہین دی کہ وہ اُن سے کوئی اس قسم کا فائدہ اُٹھائے جیسے دنیا کے مالک اپنے غلامون اور خادمون سے خدمت لیکر فائدہ اُٹھاتے ہین۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا والون سے بالکل بے پروا ہے۔ ؎

بری ذاتش از تہمت ضد و جنس
غنی ملکش از طاعت جن و انس (سعدی)

اور نہ اسکی یہ غرض ہے کہ انہین ادب سکہائے اور مطیع و منقاد رکھے۔ اسلئے کہ وہ تو خود ہی فرماتا ہے:۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ	خدا تمہارے واسطے آسانی اور آرام چاہتا ہے تمہین تکلیف اور محنت مین نہین ڈالنا چاہتا۔

بلکہ اس نے اپنے بندون کو عبادت کی تکلیف دینے مین انہی کا فائدہ مد نظر رکھا ہے۔ عبادت انکی نفس کی بیماریون اور نجاستون کو دور کر دیتی ہے۔ جسکے باعث وہ پاک صاف ہوکر ابدی زندگی اور غیر فانی سلامتی حاصل کرنیکے قابل بنجاتے ہین۔ جو شخص دنیا مین پیدا ہوتا ہے اسکی نسبت دار آخرت کے رہنے والون سے ایسی ہے کہ وہ انکے دیکھنے کے قابل آنکھین۔ انکی باتین سننے کے لائق کان انسے باتین کرنیکے قابل زبان اور انکے حالات کا ادراک کرنیوالی عقل نہین رکھتا۔ کیونکہ دنیا والون کو اس دنیاوی زندگی مین ویسی زندگی۔ نہ آنکھ اور نہ سماعت وغیرہ کوئی چیز حاصل نہین۔ اسی امر سے متنبہ کرنیکے واسطے خداوند پاک نے کافرون کو ان باتون سے خالی بنایا۔ اور انہین مردہ گونگے۔ بہرے۔ اور اندھے فرمایا۔ غرضکہ انسان مین ابتدائے عمر سے ہی ان باتون کے حاصل کرنیکی قوت موجود ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے تو وہ قوت رفتہ رفتہ زائل ہوجاتی ہے۔ پھر اسمین اتنی طاقت نہین رہتی کہ اصلاح قبول کر سکے۔ جس طرح کوئلہ راکھ بنجانیکے بعد پھر دہکاکر آگ نہین بنایا جا سکتا۔ ایسے ہی جو شخص کفر اور فسق مین ڈوب جائے اور اسی کے اندر مبتلا رہنے کو اچھا سمجھے وہ یا تو بالکل نجس ہو جاتا ہے اور یا ایسا بیمار اور بہرا بنجاتا ہے جسکی صحت یابی ناممکن ہو۔ چنانچہ ایسے ہی لوگونکی بابت جنکی یہ قوت سلب ہوجاتی ہے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ

اے پیغمبر تم مردون کو اپنی باتین نہین سنا سکتے اور نہ بہرے لوگ پکارنے کو سنتے ہین جبکہ وہ پیٹھ پھیر لین۔ اور تم اندھونکو انکی گمراہی سے باز رکھکر راہ راست نہین دکھا سکتے

اور فرمایا ہے:۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

وہ گونگے بہرے اور اندھے ہین پس نہین سمجھتے۔

اور ارشاد کیا ہے :-

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۔ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ط	انکے دلون مین ایک طرحکی بیماری ہے وہ تیری طرف اسطرح تکتے ہین جیسے کوئی موت کی بیہوشی مین آنکھین پھاڑ پھاڑکر دیکھتا ہو (جسکو درحقیقت کوئی چیز سجھائی نہین دیتی -) -
اور اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ	خدا کے ساتھ شریک کرنیوالے بیشک ناپاک ہین

یہی اُنہی لوگون کے بارہ مین ارشاد ہوا ہے جنکی نسبت اشارہ کیا گیا ہے کہ عبادت الٰہی بجا نہ لانے کیوجہ سے انکے نفوس کی گندگی دور نہین ہوتی - اور اہل ایمان کے بارہ مین ارشاد ہوا :-

وَلِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا	اور تاکہ ڈرارے عذاب الٰہی سے اُن کو جو زندہ ہین

اس سے معلوم ہوا کہ محض ایمان اور اعتقاد حق ہی زندگی کی علامت ہے اور انہی کی بارہ مین

اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ط	ہاتھون اور آنکھون والے -

فرمایا گیا ہے - اسلئے جس نے ان امور کی قابلیت کی قوت باطل ہونے سے پہلے ہی ایسی زندگی - سماعت اور بصارت و بصیرۃ حاصل کر لی جسکی تعریف اہل ایمان کے بیان مین کیگئی ہے - وہی صاف و پاک اور زمرۂ سمیع اور بصیر بنکر کچھ توشۂ عقبےٰ حاصل کر سکیگا - اور خداوند پاک کے حکم :-

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ط	اور توشہ حاصل کرو اسلئے کہ اچھا توشہ خدا سے ڈرنا ہے

پر عمل کرکے حصول سعادت دارین کا مستحق اور اُس رہنما کی ہدایت سے فائدہ اُٹھائے گا جسکی شان مین پروردگار عالم نے :-

وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	بیشک (اے پیغمبر) تم لوگونکو سیدہی راہ دکھاتے ہو - اس خدا کی راہ جسکی ہے تمام آسمانون

وَمَا فِی الْاَرْضِ ط اَلَا اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ط	اور زمین کی چیزین ہین۔ آگاہ رہو کہ خدا ہی کی طرف تمام باتین واپس جاتی ہین۔

ارشاد فرمایا ہے۔ اور خدائے کریم کے حکم:۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ	اپنے خدا کی مغفرت کیطرف دوڑنے مین ایک دوسر پر پیشدستی کرو۔

کی تعمیل پر کمر بستہ ہو کر ان لوگون کی پیروی کریگا جنکی وصف ہین:۔

یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ط	وہ لوگ نیک کامونکے کرنیمین عجلت کرتے ہین۔

ارشاد ہوا ہے اور اس حالت مین وہ فلاح پاکر اس سعادت کو حاصل کرسکیگا جسکی بابت باریتعالی فرماتا ہے:۔

لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ط	شاید کہ تم اس طریقہ پر عامل ہونے سے فلاح پاؤ۔

پچیسوان باب

اُن بیماریون اور نجاستون کا بیان جو بجز شریعت کے اور کسی چیز سے زائل نہین ہوسکتین

جس طرح انسان کے بدن مین بہت سی خارجی چیزین یا باتین ولادتکے وقت بھی موجود ہوتی ہین۔ یا آئندہ وقتاً فوقتاً اُسے لاحق ہوتی رہتی ہین اور انکو نجاست سمجھکر انکا دور کرنا ضروری تصور کیا جاتا ہے یا انکے بیکار حصے دور کردیئے جاتے ہین۔ مثلاً وہ جہلی کی تھیلی جسکے اندر لپٹا ہوا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یا ناک۔ ناخن اور پیدائشی

سر کے بال وغیرہ اشیاء جو پیدا ہونیکے وقت بچوں کے ساتھ ہی ماں کے پیٹ سے برآمد ہوتی ہیں۔ یا جیسے آگے بڑھکر بدن پر میل جمنا۔ جوں پڑ جانا۔ ناخنوں کا بڑھنا اور بعض خاص مقامات پر بالوں کا اگ آنا۔ اسیطرح انسان کے نفس میں بھی چند عوارض ہوا کرتے ہیں جنہیں نجاست اور انسانی عوارض کہہ سکتے ہیں۔ اور انکا دفیہ بھی ایسا ہی ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عوارض جسمانی کا۔ مثلاً جہل طمع۔ جلد بازی۔ کنجوسی اور ظلم وغیرہ ان باتوں کے سرشت انسانی میں داخل ہونے اور انکے دور کرنیکی تاکید پر خداوند پاک کے وہ اقوال شاہد اور دلیل ہیں جو کلام مجید میں ایک سے زائد موقعوں پر مذکور ہوئے ہیں۔ جسطرح اللہ پاک انسان کے جلد باز ہونے کے متعلق فرماتا ہے :۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط	انسان جلد باز پیدا کیا گیا۔

چنانچہ اس خرابی سے بچنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہتا ہے :۔

سَاُرِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔	عنقریب میں تمکو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ ٹھہرو جلد بازی نہ کرو۔

اس آیت میں پروردگار عالم نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جلد بازی کو اپنی طبیعت سے دور کرے۔ اور اس سے اپنے معاملات میں ہرگز مدد نہ لے۔

پھر انسان کے ظالم و جاہل ہونیکی بابت ارشاد کرتا ہے :

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ط	بیشک وہ (انسان) نہایت ظالم اور سخت جاہل تھا۔

اور ان عادتوں کے خیال سے اسکو عدل اور علم کیطرف متوجہ ہونیکا حکم دیا۔ جیسا کہ اپنے کلام پاک میں کئی موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے ایسے ہی کنجوسی اور کمینگی کی بابت فرماتا ہے۔

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۔	یعنے انکی طبیعتوں میں کنجوسی اور پست فطرتی ڈالی گئی

اور اسکے بعد ہی اس عادت سے بچنے کی تنبیہ کر دی ہے کہ :۔

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط	یعنی جن لوگوں نے اپنے نفس کی فرومائگی سے بچایا وہی فلاح پائینگے

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگرچہ شُحّ کی بُری عادت انسان کی جبلّت مین داخل ہے لیکن ساتھ ہی اُسے اس سے بچنے کی بھی تاکید کر دیگئی ہے۔ دوسرے مقام پر انسان کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا

انسان اُکتا جانے والا پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اُسے کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو چیخ اُٹھتا ہے۔ اور آرام ملتا ہے تو یاد آلہی سے باز رہتا ہے۔

اسیطرح ناشکری اور بیصبری بھی حضرت انسان کی صفت ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا

یعنے انسان نہایت ناشکرا تھا۔

اور قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ؕ

یعنے کہدے اے پیغمبر کہ اگر تم لوگ میرے پروردگار کے خزائن رحمت کے بھی مالک بنجاؤ تو بھی تم اُن کے ختم ہو جانیکے ڈر سے کنجوسی کرو گے۔ اور انسان جز رس ہے۔

ان آیتون مین خداوند کریم نے صاف طور پر بتا دیا کہ یہ صفتین انسان مین طبعی طور پر ہیں۔ کچھ عارضی نہین۔ اور:۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

اور انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

ارشاد فرما کر اُسے بڑا جھگڑالو بتایا۔ اور اس سے منع بھی فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ انسان دنیا مین ان قوتون کو بطریق واجب برتنے کا محتاج ہے تو موقع اور مناسبت وقت سے انکو عمل مین لائے لیکن اسی کے ساتھ دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے ہی ان قوتون کی افراط تفریط مٹانیکے لئے شرعی نسخونکا بھی استعمال کرے ورنہ اگر وہ ان خرابیون سے پاک نہ ہوا اور اسکے نفسانی امراض زائل نہ ہوئے تو اُسے نعیم آخرت کیطرف راہ ملنی مشکل ہے بلکہ دنیاوی زندگی کا لطف بھی ہاتھ آنا دشوار اسلئے اگر

وہ طہارت حاصل کر لیگا تو کہین تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے بعد حق باطل کی تمیز کر سکیگا
اس صورت مین جو کچھ وہ کریگا یا جس امر کو لیگا اسکے نفع و نقصان کو سمجھکر ہمیشہ اچھی بات
کیطرف مائل رہیگا۔ اور ایسی زندگی بسر کریگا جو تمام خرخشوں سے پاک ہو۔ جیساکہ خود
پروردگار عالم فرماتا ہے:۔

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ط | پھر ہم اسکو مزے کی زندگی بسر کرائینگے۔

اور اسکی دنیاوی دولت و حشمت اسپر کسی وبال اور عذاب نہ پہنچائیگی جسطرح خدائے پاک
نے کفار کے بارہ مین فرمایا ہے کہ:۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ط | اے پیغمبر تمکو مشرکین کا مال و متاع اور انکی اولاد پسند نہ آنی چاہیئے۔ خدا تو صرف یہ چاہتا ہے کہ انکو انہی چیزون کے ساتھ دنیاوی زندگی مین مبتلائے بلا رکھے اور انہی سفلی و زمینی تفکرات و مکروہات کو انکے لئے سوہان روح بنائے رکھے بحالیکہ وہ کافر (نافرمان) ہوں۔

اور جب مرد مومن کا قلب دنیا کی لغویاتون سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو خداوند برحق
اُسے اطمینان اور راحت کا گہر بنا دیتا ہے جسمین پاک روحین سکونت اختیار کرتی ہیں
اور اسکے متعلق خود یون ارشاد فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ | اُسی (خدا) نے مومنون کے دلون مین اطمینان قلب اُتارا ہے تاکہ وہ ایمان پر بھی ایک اور ایمان زیادہ کرین

اور ایسا ہی ایماندار آدمی اُس راستہ کو جان سکتا ہے جو سیدھا جنت الماوٰی اور ملاء اعلیٰ
کیطرف جاتا ہے اور اُس اعلیٰ مقام پر پہونچا دیتا ہے جسکی بابت:۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کہا گیا ہے۔ لہذا وہ شخص نیک کامونکیطرف بڑھنے مین عجلت

کرنا اور اپنے پروردگار کی بخشش حاصل کرنیکے لئے دوڑتا ہے لیکن جبکہ قلب مین کچھ نجاست باقی رہے تو وہ بڑھتے بڑھتے اُسکے دل کو شبہات اور معاصی کا مسکن بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ

کیا تمہین بتاؤن کہ شیطان کس پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہر ایک بہتان باندھنے والے گنہگار کے دل پر اُترتے ہین۔

ایسا شخص سعادت آخرت حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے جسکے متعلق خداوند پاک نے فرمایا ہے

أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ

کیا اُنمین سے ہر شخص یہ آرزو رکھتا ہے کہ جنت نعیم مین داخل ہو۔ ہرگز نہین ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ اُسے جانتے ہین۔

اس آیت مین باریتعالی نے آگاہ فرمادیا ہے کہ انسان کی سرشت مین جو نجاستین داخل ہین جبتک وہ اپنے نفس کو انکی آلودگی سے پاک نہ بنالے اُسوقت تک خدائے پاک کی بہشت مین داخل ہونیکا مستحق نہین ہوسکتا۔ اور خداوندکریم کا یہ قول بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ

اللہ ایسا نہین ہے کہ ایمان والون کو تمہارے اسی حال پر اچھے بُرے کی تمیز کئے بغیر چھوڑدے۔

اسلئے انسان کو مناسب ہے کہ وہ ان قوتون کیجانب توجہ کرکے انکی اصلاح کرے۔ اور انہین حسب ضرورت مناسب موقعونپر استعمال مین لائے۔ تاکہ وہ ان لوگون کے زمرہ مین داخل ہوسکے جنکی صفت مین اللہ پاک فرماتا ہے:۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

وہ لوگ کہ فرشتے انکو پاک و صاف حالت مین مار ڈالتے ہین اُن سے کہینگے کہ تمپر سلامتی ہو۔ تم اپنے نیک اعمال کیوجہ سے جنت مین جاؤ۔

ان نجاستون کے بارہ بین کبھی انسان کو یہ شبہہ بہی لاحق ہوتا ہے کہ آیا یہ نجاستین خدا کی جانب سے اسکی ذات مین ودلیعت رکہی گئی ہین یا کہین سے اوپری طور پر آگیٔبن۔ لیکن اوپری طور پرآیٔین تو کہان سے اور کیونکر؟ اور اگر خدا کیطرف سے اسکی سرشت مین مخمر ہوئین تو پہر اُن سے بچنے اور انکی آلودگیون سے پاک رہنے کی تاکید کیسی؟ اس شبہہ کو یون رفع کرنا چاہیٔے کہ خداوند عالم نے کوئی چیز بے وجہ اور حکمت سے خالی نہین پیدا کی۔ خواہ انسان کو اسکی مصلحت کا علم حاصل نہ ہوا ہو۔ لیکن وہ نفع سے خالی نہین ہوتی۔ پہر بعض چیزین ایسی بہی ہین جنکا فائدہ خاص مقدار اور وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور جب انکی ضرورت نہ رہے یا وہ حد سے زیادہ ہوجائین تو انکا دور کرنا واجب ہوتا ہے جسکی تصدیق معمولی غور کرنے سے ہوسکتی ہے۔ مثلاً یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ بچہ کے پیدا ہونیکے بعد کچہ دیر تک اُس جہلی اور نالی کا باقی رکہنا ضروری ہوتا ہے جسمین وہ لپٹا ہوا رحم مادر سے باہر آئے۔ پہر جب وہ ضرورت رفع ہوجاتی ہے تو ان چیزون کو نجاست سمجہکر دور کردیتے ہین یا بال اور ناخن خالی از فائدہ نہ ہونیکے باوجود بہی جب حد سے بڑہ جائین تو انکا کٹوانا ضروری ہوتا ہے۔

چھبیسوان باب

کن قوتون کی بیماریون اور نجاستون کو دور کرنا واجب ہے۔ اور اُن قوتون سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہین؟

(۱) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ | اے اہلبیت۔ خداوند کریم تمہاری ناپاکی دور کرکے

اِلرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط — تمہین پوری طرح پاک وطاہر بنانا چاہتا ہے۔

(۲) فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا — انکے دلون مین بیماری ہے پس خدانے انکی بیماری بڑہا دی

مندرجہ عنوان آیتون مین پہلی آیت کا اندرجس طہارت کا اور نجاست کے دور کرنے کا اور دوسری آیت مین جس مرض کو دور کرکے صحت حاصل کرنیکا اشارہ کیا گیا ہے وہ صرف تین قوتون کی اصلاح سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اول قوت شہوت۔ دوم قوت حمیت۔ اور سوم قوت فکر۔ کیونکہ انسان کے تمام کامونکا دارومدار بہی انہی قوتون پر ہے۔ قوت شہوانی کی اصلاح کرنے سے پاکدامنی حاصل ہوگی جو اُسے حد سے بڑہے ہوئے لالچ اور فسق وفجور مین مبتلا ہونے سے بچائے گی۔ کھانے۔ پینے۔ پہننے اوڑہنے اور اُن دیگر لذتون سے جنکا تعلق حواس ظاہری سے ہے اور آرام طلبی وعیش پرستی وغیرہ باتون کیطرف انسان کو حسب مصلحت جائز طریقون سے متوجہ اور ناجائز باتون سے بچنے کی ہدایت کرے گی۔

قوت حمیت یا قوت غضبی کی اصلاح کا انجام یہ ہوگا کہ انسان کو شجاعت وجوانمردی کی صفت حاصل ہوگی۔ جسکی وجہ سے وہ نامردی وحشیانہ دلیری اور حسد ورشک کی آفتون سے بچکر خوف۔ غضب اور خودداری وغیرہ مین اعتدال برتے گا۔

اور قوت فکر کی اصلاح سے حکمت اور دور اندیشی کے مرتبہ پر فائز ہوگا جسکے ذریعہ سے انسان حماقت اور بیہودگی سے دور رہکر دنیا کے کاروبار مین میانہ روی اختیار کرسکتا ہے۔ اس مقام پر حکمت سے ہماری مراد وہ علوم نہین جو غور وفکر سے حاصل ہوتے ہین۔ بلکہ ہماری غرض ایسی حکمت عملی ہے جو دنیا کے کاروبار کو درست طور پر چلانے سے تعلق رکہتی ہے۔ اور ان قوتون کی اصلاح کرلینے کے بعد انسان کو ایک اور اعلیٰ درجہکی قوت یعنے قوت عدالت بہی حاصل ہوجائیگی جسکے وسیلہ سے وہ خود اپنی ذات اور نیز دوسرونکا انتظام رکہنے مین بہی احکام آلہی کی پیروی کرسکیگا۔ اور نفس امارہ کو قابو مین رکہیگا جو بفحوائے قول باریتعالے

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ۔	بیشک نفس برائیون کا حکم دینے والا ہے مگر وہ (اور بات ہے) کہ میرا خدا رحم کرے۔

انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور جسکے بارہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تیرا سب سے بڑا دشمن خود تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلوؤن کے مابین ہے۔ اسلئے جو شخص اسکی سرکوبی کرکے اُسے قابو مین لائیگا وہی اُسکے ظلم سے محفوظ ہوجائیگا" اور خداوند پاک بھی اسی بات کیطرف یون اشارہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ؕ	اور جو شخص بحالت ایمان نیک کام کریگا وہ کسی ظلم اور خرابی سے نہ ڈریگا۔

یعنے اس شخص کو اپنے نفس شہوانی کے ظلم کا خوف نہ رہیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال نفس کی شرارت سے بچانے والے قلعے ہین جیسا کہ اللہ پاک خود فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	بیشک نماز برے کامون اور بری باتون سے روکتی ہے۔

ستائیسوان باب

انسان فطری طور پر اصلاح نفس کا خواہان رہتا ہے

گو ظاہری حالات کے دیکھنے سے بعض آدمی نیک اور بعض برے پائے جاتے ہین اور انکا میلان خاطر نیکی یا بدی مین سے زیادہ تر کسی ایک ہی چیز کیطرف ہوتا ہے لیکن اصل خلقت کے اعتبار سے انسان کی سرشت ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ اپنے کامون۔

عادتوں اور تمیز کرنیوالی قوت کی اصلاح کرنے یا بگاڑ لینے دونوں باتوں پر قادر ہے۔ اور نیک و بد دونوں قسم کے راستوں پر چل سکتا ہے۔ چنانچہ اسکی دلیل میں کہ انسان کو ان دونوں راستوں پر چلنے کی قوت عطا کیگئی ہے اللہ پاک یوں فرماتا ہے:-

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ؕ	ہم نے اُسے راہ دکھادی ہے (جسپر چلکر) چاہے وہ شکر گذار رہے اور چاہے نا فرمان بردار۔
اور ارشاد کیا:-	
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ؕ	یعنے ہم نے اسکو نیکی اور بدی دونوں کی راہیں دکھائی ہیں

اب یہ بات انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ کس راستہ پر چلے۔ اور جسطرح انسان اپنی ابتدائی حالت میں ان دونوں باتوں کے حاصل کر سکنے پر فطری طور سے قدرت رکھتا ہے ویسے ہی یہ بات بھی اسکی سرشت میں داخل ہے کہ جس اچھی یا بری راہ پر وہ چل نکلے اُسکی اُلفت اُسکے دل میں سما جاتی ہے اور یہ اُلفت اسکو اُسی راہ پر جمے رہنے کا عادی بنا دیتی ہے۔ پھر عادت طبیعت ثانیہ ہونیکے لحاظ سے ایک ملکہ بنکر نا قابل ترک ہو جاتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست ۔۔ نرود جز بوقت مرگ از دست

ابتدائے عمر میں انسان کیحالت ایک نئے پودے سے ملتی جلتی ہوتی ہے کہ اگر وہ پودا ٹیڑھا ہو جائے تو کسی سیدھی لکڑی کے ساتھہ باندھ دینے سے سیدھا ہو سکتا ہے۔ لیکن ٹھہر کر تناور ہو جانیکے بعد اسکی درستی محال ہے ؎

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ ۔۔ نشود خشک جز بآتش راست

اسی لحاظ سے پروردگار عالم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ	بلاشبہہ نیکیاں برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد کیا:-

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ | اور وہ لوگ نیکی کی مدد سے بدی کو دور کرتے ہین

ہان بعض لوگ اس وہم مین مبتلا ہوگئے ہین کہ انسانون کو ادب کہانے اور انکو اخلاق سنوارنے کی کوشش بے نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو بات آدمیونکی سرشت مین داخل ہے اسکا نکالنا یا اسکا مبدل دینا ممکن نہین۔ اور مخلوق مین کچہ ایسے لوگ بہی ہین جو طبعًا نیک ہوتے ہین اور بعض پیدایشی شریر اور بدپائے جاتے ہین۔ جن لوگون نے یہ رائے قایم کی ہے وہ اپنے قول کی سند مین حسب ذیل آیتون اور حدیثون کو پیش کرتے ہین:۔ قال اللہ تعالی۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط | اے پیغمبر کہدو کہ ہر شخص اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے

اور فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط | خدا کی سرشت وہ ہے جسپر اس نے انسانون کو پیدا کیا۔ خدا کی خلقت مین تبدیلی نہین ہوسکتی۔

ان آیتون مین پروردگار جل شانہ نے تنبیہہ فرمادی ہے کہ ہر ایک انسان ایک ایسی خاص حالت پر ہے جسکے متغیر کرنیکی کوئی راہ نہین ملسکتی۔ اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہر ایک شخص اسی بات کو اچہا سمجہتا ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے"۔ اور ارشاد کیا "تہارا خدا خلق (پیدا کرنے) اور عادتین مقرر کرنے اور روزی دینے۔ اور میعاد (عمر) مقرر کرنے سے فارغ ہوچکا"۔ یعنے جو کچہ اس نے لکہدیا اسے کوئی شخص میٹ نہین سکتا۔ نیز یہ آیتین بہی انہی معنون پر دلالت کرتی ہین مثلاً قولہ تعالی۔

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ط | بیشک ہم نے اسکو دنیا مین برگزیدہ کیا اور بلاشبہہ وہ آخرت مین نیک لوگونکی زمرہ میں ہوگا۔

قولہ تعالی اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ط | اور ہم نے انکو ایک خاص بات (یعنے یاد آخرت کے لئے منتخب فرمایا تہا۔ اور بیشک وہ ہمارے یہان برگزیدہ اور نیک بندون مین ہین۔

قولہٗ تعالیٰ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ؕ	بیشک ہم نے اُن لوگون کو بذریعہ ایک علم کے تمام دنیا والون مین سے پسندکیا۔

غرضکہ اُن لوگون کے خیال مین جب انسانون کی سرشت بدلنی غیر ممکن بات ہے تو انکے اخلاق سنوارنے کی کوشش بھی بے سود ہوگی۔ لیکن انکا یہ خیال ٹھیک نہین اسلئے کہ کوئی فرد بشر ایسا نہ ہوگا جسمین کچھ نہ کچھ فضیلت اور بہتری حاصل کرنیکی قوت نہ پائی جاتی ہو۔ جسوقت اسکی یہ قوت خارجی تحریک کے ذریعہ سے اُبھاری جائے تو وہ ضرور نیکی اور خوش اخلاقی حاصل کرنیکا خواہشمند بنجائیگا۔ چاہے اُس تحریک کے زائل ہوجانیکے بعد پھر اسکی بدطینتی اُبھر آئے اور وہ بدستور اپنے برے طریقہ ہی پر قائم رہے کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وعظ ونصیحت کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اور پھر انبیاء اور رسول کیون بھیجے جاتے ؟۔

اٹھائیسوان باب

انسان کی بداطواری اور اسکے خوش اخلاقی سے دور رہنے کا سبب

انسان حصول فضیلت سے کیون باز رہتا ہے ؟ اسکی کئی وجوہ ہین۔ ایک تو یہ اسکی اصل خلقت مین کوئی نقصان ہوتا ہے اور اسکی سرشت ہی مین ایسی کمزوری ہوتی ہے جو اُسے سعادت حاصل کرنیکے اسباب اور قوت بہم پہونچانے سے روکدیتی ہے۔ یا اُسے اپنے ضروری اسباب معاش حاصل کرنیکے لئے محنت کرنے مین اسقدر مصروف رہنا پڑتا ہے کہ مجاہدہ نفس اور ریاضت کے لئے کوئی وقت نہین بچتا یا اُسے کوئی اچھا

مرشد اور رہنما نصیب نہین ہوتا جو اسے سیدھی راہ پر چلانیکی کوشش کرے اسلئے ایسا شخص بفحوائے قول باریتعالی۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اپنی قوت سے زیادہ کام نہ کر سکنے مین معذور اور قابل معافی ہے لہذا اسپر کوئی گناہ نہین ہوتا۔ اور دوسری وجہ یہ کہ یونتو کم وبیش ہر انسان کو وقت۔ قوت۔ پیر و مرشد اور رہنما۔ ریاضت سب باتین حاصل ہوتی ہین لیکن اسکی عمر وفا نہین کرتی کہ وہ کسی مرتبہ پر فائز ہو سکے ایسے آدمی کو خداوندکریم ثواب سے محروم نہین رکھیگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُہَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ط

یعنے جو شخص خدا اور اُسکے رسول کیطرف ہجرت کرنیکے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا پھر راہ مین اسکی موت آگئی تو بے شبہ ایسے شخص کا ثواب خداوند کریم کے نزدیک قرار پا گیا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ابتدا مین گمراہ کرنیوالے معلم اور مربی سے سابقہ پڑجانیکے باعث انسان بے راہ ہوگیا۔ پھر اگر ایسے شخص کو آیندہ بھی کوئی نیک راہ پر لگانیوالا معلم نہ ملے تو وہ معذور سمجھا جائیگا۔ اور اسکے گناہونکا بوجھ اُسی گمراہ بنانیوالے مربی کے سر رہیگا جیسا کہ خداوند تعالی نے گمراہ کرنیوالون کے بارہ مین فرمایا ہے:۔

لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَہُمْ کَامِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَہُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ط

اُنہین چاہیے کہ قیامت کے دن اپنے گناہون کا پورا بوجھ اُٹھانیکے علاوہ اُن لوگون کے بارگناہ کی بھی برداشت کرین جنکو نادانستگی کی حالت مین اُنہون نے گمراہ بنایا ہے یہ کسقدر برا بوجھ ہے جسکو وہ اُٹھاتے ہین۔

لیکن اگر اسطرح گمراہ کئے ہوئے شخص کو بعد مین کوئی اچھا رہنما بھی مل جائے مگر وہ اسکی رہنمائی سے فائدہ اُٹھانے مین کوتاہی کرے تو اس صورت مین وہ خود بھی گناہ مین اپنے اگلے

گمراہ کرنے والے کے ساتھ شریک ہوگا۔ جسکے متعلق خداوندکریم ارشاد فرماتا ہے:۔

اُحشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزْوَاجَهُمْ | جو لوگ دنیا میں نافرمانیاں کرتے رہے ہیں انکو اور انکے ہمزادوں کو اکٹھا کرو۔

اور یا یہ صورت ہوگی کہ انسان کی گمراہی خود اپنی ہی طبیعت سے ہوگی۔ کسی اور نے اُس کو بدراہ نہ بنایا ہوگا۔ ایسا ہی شخص عذاب آلہی سے ڈرایا گیا ہے۔ لہذا جو شخص سمجھ بوجھ حاصل کرنے اور نور علم سے رہنمائی پانیکے بعد پھر راہ راست کو چھوڑکر برے راستہ پر چلیگا اسکی مثال ایسے شخص کی سی ہوگی جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ | اے پیغمبر تم اُن لوگوں کو اس شخص کی خبر سنا دو جسے ہم نے اپنی نشانیاں دکھائیں اور پھر وہ اُن سے روگرداں ہوکر شیطان کی پیروی میں مصروف اور گمراہ ہوگیا۔

یا ارشاد کرتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى۔ | اور بیشک ہم نے اسکو اپنی تمام نشانیاں دکھائیں پھر اُس نے جھٹلایا اور انکے ماننے سے انکار کیا۔

اور اس قسم کے آدمی سے ہی بڑھکر سزا اسکو ملیگی جس نے تحصول علم اور خداشناسی کے بعد نیک راستہ کی چند منزلیں بھی طے کرلی ہوں اور پھر وہاں سے پیٹھ پھیرکر پلٹ آئے۔ اور تباہ کاری میں مبتلا ہوجائے۔ ایسے شخص کی نسبت خداوندکریم یوں فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ | جو لوگ راہ راست کے اُنپر کھل جانیکے بعد اس سے پھر گئے۔ شیطان نے اُنہیں بتادیا۔ اور انکی امید کی رسی دراز کردی۔

اور ارشاد کیا ہے۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ط	اور تم مین سے جو شخص اپنے دین سے پہرنکی حالت مین مرجائیگا وہ کافر ہے۔ اور ایسے لوگون کے اعمال دنیا اور آخرت دونون مین اکارت ہونگے اور یہی وہ دوزخی ہین جو ہمیشہ دوزخ مین رہینگے۔

انتیسوان باب

انسانون کے حالات اور انکے درجے کیا ہین؟ اور اچھے برے کام کرنے کے کیا طریقے ہوتے ہین؟

عبادتون کی بجاآوری اور نیک کامون کے پسند کرنے مین انسانون کی چار قسمین پائی جاتی ہین۔

پہلی قسم کے وہ لوگ ہین جنکو اپنے فرائض اور واجبات کا علم ہونیکے ساتہہ ہی اُسکے پورا کرنیکی ہمت اور قوت بہی ہوتی ہے۔ ان لوگون کی تعریف مین خداوندکریم نے ارشاد کیا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ط	جن لوگون نے ایمان لاکر اچھے کام کئے اُنکو مبارکباد ہو اور انجام بخیر کی خوشخبری۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہین جنہین نہ اپنے واجبات کا علم ہے اور نہ اُنکے بجالانیکا خیال۔ انکی نسبت کہا گیا ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ	یعنے وہ لوگ حیوان مطلق کیطرح گونگے

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (The right column top reads:) اَلْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ط	بہرے اور لایعقل بلکہ اُن سے بہی بدتر اور بڑہکر گمراہ ہین۔

اور ارشاد ہوا ہے:-

اِنْ هُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ط	یعنے وہ حیوان مطلق کیطرح ہین بلکہ اُن سے بہی بڑہکر گمراہ۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہین جنکو علم تو ہوتا ہے لیکن قوت ارادہ نہین ہوتی۔ ایسے لوگ جاہلون سے بہی بدتر ہوتے ہین۔ جیساکہ ایک حکیم سے دریافت کیا گیا کہ علم کس حالت مین جہل سے بہی بدتر ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جبکہ اسپر عمل نہ کیا جائے۔ اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اُنہون نے فرمایا۔ جو شخص خدا کو سچائی سے مان کرپہر گمراہی مین پڑ جائے وہ مغفرت سے دور رہیگا۔ ونعوذ باللہ منہا۔

چوتہی قسم کے آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُنہین علم نہین ہوتا لیکن اُنہین قوت ارادہ ہوتی ہے۔ ایسے لوگ جب اہل علم کی صحبت اُٹھاتے ہین تو انکی باتونپر عمل کرکے کامیاب ہوجاتے اور خداوند کریم کے اس قول کے مصداق بنتے ہین:-

اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ط	وہ اُن لوگون کے ساتہ ہونگے جنپر خدا نے اپنی نعمتین نازل فرمائی ہین۔ یعنے انبیا، صدیقین شہدا، اور صالحین کے ساتہ محشور ہونگے۔ دیکہو انکے یہ رفیق کیسے اچہے ہین!۔

غرضکہ کام اچہے ہون یا بُرے جب انسان اُنکو بار بار اور وقتاً فوقتاً کرتا رہے تو رفتہ رفتہ انکا عادی ہوجاتا ہے اور عادت ہونے سے وہ افعال اسکی طبیعت ثانیہ بنجاتے ہین۔ جنکا چہوڑنا دشوار ہو۔ پہر جو کام اُس سے سرزد ہوگا وہ لعینہ اُنہی کامون کیطرح ہوگا۔ جو خاص اُن کامون کی عادت رکہنے والے اشخاص سے

ظہور مین آتے ہین۔ اِسی لئے انسان کو مناسب ہے کہ وہ اچھے کام کرنے کی بتدریج عادت ڈالے۔ پھر وہ باتین اسکو بطور ملکہ کے حاصل ہو جائینگی۔ کیونکہ کبھی ایک بچہ صرف کھیل کرتے کرتے ہی کسی کام مین مشاق اُستاد بھی بنجاتا ہے۔ اور یہ تو مشہور بات ہے کہ ہر کام آتے ہی آتے آتا ہے کوئی ایک دم سے یاقوت رقم خان نہین بنجاتا۔

فصل۔ عبادتین اُسی وقت قابل تعریف اور اچھی ہوتی ہین جبکہ انسان انکو رغبت سے اور بطیب خاطر بجالائے نہ کہ مجبوراً یا "سنگ آمد و سخت آمد" سمجھکر اور مداومت کے ساتھہ وقت مقررہ پر انکی پابندی رکھے نہ کہ کبھی کرلی اور کبھی ناغہ۔ اور یہ سمجھکر عبادت کرے کہ وہ بذاتہ اچھی چیز ہے۔ اور انسان کے حقمین مفید۔ نہ کہ دنیا دکھانے کی خاطر یا نعماے اُخروی کے لالچ سے۔ لہذا جو لوگ خلوص نیت سے مداومت اور پابندی سے اور محض رضاے الٰہی کی طلب مین عبادت کرتے ہیں انکی صفت باریتعالی یون فرماتا ہے۔

وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ط	اور جن لوگون نے خدا کی فرمانبرداری سچے دل سے کی وہ ایمان والون کے ساتھہ ہونگے۔ اور عنقریب اللہ ایمان والون کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "خلوص حاصل کرو تمہین تھوڑا ہی عمل کرنا کافی ہوگا۔ کیونکہ خداوند عالم کو بجز اخلاص کے اور کوئی بات پسند نہین۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ط	آگاہ ہو کہ سچی فرمانبرداری خدا ہی کے واسطے ہے

اسلئے اگر کوئی شخص اتفاقاً نیک کام کرے یعنے نمازیون کا ساتھہ ہو جانے سے یا کسی دباؤ کی وجہ سے نماز پڑھ لے یا تمام سال مین صرف ماہ رمضان کا نمازی بنجائے یا کسی مال و عزت کے لالچ مین آکر ریاکاری سے عبادت بجالائے تو ایسے شخص کی عبادت ہرگز قابل تعریف نہیں اسیطرح جو شخص کسی مجبوری یا اتفاق کیوجہ سے برے کام کو ترک کر دے اسکو بھی قابل

ستایش نہین سمجہا جاسکتا جیسا کہ پروردگار عالم فرماتا ہے۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جو لوگ خدا کی راہ مین اپنا مال خرچ کرکے پھر اسپر کوئی احسان بھی نہین جتاتے اور ایذا نہین دیتے انکو خدا کی درگاہ سے اپنی نیکوکاری کا اجر ملیگا اور انپر کوئی خوف و رنج نہ ہوگا۔

اس آیت مین یہ تنبیہ کردی ہے کہ جو شخص اسطرح مال نہ خرچ کریگا یا اسکو اپنی مفلسی کا خوف اور مال کے خرچ کرنیکا صدمہ دامنگیر ہوگا۔ تو اسطرح راہِ خدا مین مال خرچ کرنے سے کوئی نفع نہین ہوسکتا۔ اور دوسری آیت مین فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اُس شخص کیطرح اکارت نہ کرو جو اپنے مال کو لوگون کے دکھانیکے واسطے خرچ کرتا ہے۔ اور خدا اور قیامت کے دن پر یقین نہین رکھتا تو اسکی خیرات کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جسپر کچھ تہوڑی سی مٹی پڑی ہو اور زور کا مینہ اُس مٹی کو دہوکر چٹان کو سپاٹ کردے۔ اسیطرح قیامت مین ریاکارون کو اپنی خیرات کا کوئی ثواب نہ پہونچیگا۔ اور اللہ ناشکرون کو ہدایت نہین کیا کرتا۔

تیسوان باب

انسان نیکی یا بدی سے کیونکر باز آسکتا ہے

انسان نیک چلن اور خوش اطوار ہو یا فاجر و بدکار۔ ہر صورت مین اسکی دو حالتین ہوتی ہین۔ اول یہ کہ آدمی جس کام کا عادی ہے اس سے باز بہی آسکتا ہے۔ اور دوسری حالت اسکے برعکس۔ مثلاً قبل اسکے کہ آدمی نیک چلنی یا بدکرداری مین حد سے نہ بڑہگیا ہو اگر چاہے تو اس طریقہ سے باز بہی آسکتا ہے لیکن جب پانی سر سے گذر گیا اور وہ اس طریقہ کا بالکل عادی ہوگیا۔ تو پہر اس روش کا چہوٹنا محال ہو جاتا ہے۔ ایک شخص ہے کہ نیک اور بد دونون طرح کے افعال کرتا ہے۔ مگر اسکی حالت یہ ہو کہ نیک کام کرنیمین سست ہے اور برے افعال کے ارتکاب سے باز نہین آتا۔ لہذا نیکی کرنیمین اسکی سستی پہلے اُسے اچہے کامونکا ارادہ کرینپر کسیقدر پژمردہ خاطر بنائیگی جیساکہ اللہ پاک فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا۔	یعنے خداوند کریم جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اُسکو دلتنگ اور پراگندہ خاطر کر دیتا ہے۔

اور برے فعل کا قصد اسکے دل مین فرحت پیدا کریگا جسکی بابت باریتعالی ارشاد کرتا ہے

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا	جسکو برے کامونکی رغبت ہوتی ہے وہ انہی کو بہتر سمجہتا ہے۔

چنانچہ اگر وہ ایک عرصہ تک اسی حالت پر قائم رہا اور برے افعال کے ارتکاب سے باز نہ آیا توبالآخر اسکے آئینہ دل پر زنگ چڑہ جائیگا۔ جیساکہ اللہ پاک فرماتا ہے:۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	نہین بلکہ انکے کرتوتون نے اُنکے دلونمین زنگ لگا دیا ہے

پھر جب وہ اس حالت مین اور زیادہ منہمک ہوکر اپنی طرز عمل سے باز نہ آئیگا تو وہ زنگ بڑھکر ایک جھلی یا پردہ کی صورت اختیار کرلیگا جیسا کہ خداوند پاک فرماتا ہے۔

فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ط	پھر ہم نے اُنکے دلونپر پردے ڈالدیئے جنکی وجہ سے وہ لوگ دیکھ نہین سکتے۔

اور جب اس حالت مین بھی اور زیادتی ہو گی تو دلپر مُہر لگ جائیگی جو اُسے اس آیت کا مصداق بنا دے گی۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ ط یا۔ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ط	یعنے خدا انکے دلونپر مہرین لگا دیتا ہے اور جو لوگ اپنی بے جا نفسانی خواہشون کو ہی اپنا معبود بنا لیتے ہین۔ اور جان بوجھکر بے راہ چلتے ہین۔ اُنکے دلون اور کانونپر مہرین لگا دیجاتی ہین۔ اور آنکھونپر پردے پڑجاتے ہین۔ لہذا خدا کے بعد پھر اُنہین کون ہدایت کرسکتا ہے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہین سوچتے۔

پھر یہ مہر آگے بڑھکر قفل بنجائے گی۔ چنانچہ باریتعالی کا قول:۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ط	کیا وہ لوگ قران پر غور نہین کرتے اونہین سمجھتے کیا انکے دلونپر قفل لگے ہین۔

اسپر دلالت کررہا ہے اور اگر کوئی آدمی اس حالت سے بھی اور آگے بڑھے تو ایسے شخص کا دل بالکل مردہ ہوجائیگا۔ مردہ بھی ایسا کہ اسکا زندہ ہونا محال بلکہ اسکی امید بھی عبث ہے۔ ایسے شخص کو قدرت خدا کی نشانیان دکھانے یا عذاب کا ڈراوا دینے سے بھی کچھ فائدہ نہین ہوتا جیسا کہ پروردگار عالم فرماتا ہے:۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ	اے پیغمبر تم مُردون کو اپنی آواز نہین سُنا سکتے

اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ط | اور بہرے پکار نے کو نہین سن سکتے۔ چاہے وہ جسقدر ڈرائے جائین۔

پس چونکہ پروردگار عالم جانتا تہا کہ جو شخص اس حدتک پہونچگیا ہو۔ جہان دلون پر قفل لگ جاتے ہین تو اسکا توبہ کرنا اور اپنے برے افعال سے باز آنا محال ہے اسلئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ط | جن لوگون نے ایمان لانیکے بعد نافرمانی کی اور پھر نافرمانی مین حد سے بڑہے تو انکی توبہ ہرگز قبول نہوگی۔ اور اصل مین وہی لوگ گمراہ ہین۔

اس قول سے پروردگار جلشانہ کی یہ مراد نہین ہے کہ اگر وہ توبہ کرین تو انکی توبہ قبول ہی نہوگی بلکہ یہ کہکر خدا نے اسبات سے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ لوگ سچے دل سے توبہ ہی نہ کرینگے۔ پھر قبول کیا چیز کیجائے گی۔ یہان نفی کا انجام اپنے مبداء اور آغاز پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کسی شاعر کا قول ولا یری الضب بھا ینجحر۔ اہل عرب بطور ضرب المثل کے استعمال کرتے ہین۔ ضب (یعنے گوہ) ایک جانور ہے جب وہ شکاریون کے ڈر سے اپنے بل مین گہسکر بیٹھ رہتا ہے تو بولتے ہین کہ انجحر الضب یعنے خوف کیوجہ سے گوہ اپنے بل مین چہپکر بیٹھ رہا۔ شاعر اس مصرعہ مین کہتا ہے کہ یہان گوہ بل کے اندر موجود ہی نہین۔ پھر چہپ کر کون بیٹہیگا۔ چنانچہ جب ایسے گنہگار کے دل مین توبہ کا خیال ہی نہ آئیگا تو قبولیت کس چیز کو حاصل ہوگی اور اسبات پر خداوندکریم کا یہ قول ہی بصراحت دلالت کرتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا ط | جو لوگ ایمان لاکر نافرمان بنے پھر ایمان لائے اور دوبارہ نافرمانی کی۔ پہر تیسری مرتبہ ایمان لاکر بہی نافرمانی کیطرف پہر گئے اور اسمین حد سے بڑہے۔ خدا انکو بخشنے والا ہی نہین۔ اور نہ انہین راہ راست دکھائیگا۔

ماحصل یہ ہے کہ وہ لوگ دراصل توبہ ہی نہین کرینگے - جو انکی مغفرت کا سبب بنے اور اسی اعتبار سے خداوندکریم نے یہ بہی ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ط	یعنے گناہ سے توبہ کرنا اُنہی لوگون کا شیوہ ہے جو نادانستگی کے عالم مین کوئی خطا کرکے پہر بہت جلد اُس سے باز آجاتے ہون اور خدا ایسے ہی لوگونکی توبہ قبول کرتا ہے۔

اس آیت مین خدا نے بیان کردیا کہ جنکی توبہ قبول ہونے کی توقع کیجا سکتی ہے وہ ایسے لوگ ہین جو دانستہ اور عمداً گناہ نہین کرتے۔ اگر بہولے چوکے کوئی غلطی بہی کر بیٹہین تو اس سے فوراً تائب ہو جاتے ہین۔ اسی لحاظ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دلپر ایک سیاہ نکتہ سا پڑجاتا ہے اور دوسری دفعہ گناہ کرے تو پہر اسپر ویسا ہی ایک اور نقطہ بڑہ جاتا ہے۔ اسیطرح بڑہتے بڑہتے اسکا سارا قلب ایسا سیاہ ہوجاتا ہے جیسی یک رنگ کالے رنگ کی بکری"۔ اور ایک دوسری حدیث مین آیا ہے کہ "اسقدر گناہ پر گناہ کرتے رہنے سے آخرکار دل سیاہ ہوجاتا ہے تو پہر توبہ قبول ہونیکی امید ہی نہین رہتی"۔

اور جو انسان نیک کام کرتا ہے اسکی بہی تقریباً یہی حالت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص نیک کام کے ارتکاب مین ثابت قدم اور مستقل رہتا ہے اُسے آخرکار اپنے حسن عمل کا ثمرہ ملتا ہے جیسا خداوندکریم صابر لوگون کی توصیف مین فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ط	اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اسکے لئے اس نیکی مین اور زیادہ خوبی پیدا کردینگے۔

پہر جب وہ اس حالت مین کچہ دنون مستقل رہے تو خودبخود اسکا دل کہلتا جاتا ہے اور وہ زیادہ مستعدی کے ساتہہ نیک باتون کیطرف جہکتا ہے۔ چنانچہ خداوند پاک نے فرمایا ہے:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ	جسکو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے اسکا دل اپنی فرمانبرداری کیلئے کہولدیتا ہے

اور پھر اسکی مداومت رکھنے سے اللہ جلشانہ اسکے قلب کی آزمائش کرنیکے بعد اُسے بالکل پاک وصاف بھی بنا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:۔

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى	وہی لوگ جنکے دلونکی خداوند تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے آزمائش کرلی ہے۔

اور پھر وہ خداوند کریم کی اُس توصیف کا مستحق ہوتا ہے جو اس نے اپنے نیک بندونکی فرمائی ہے

کما قال تعالیٰ۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ط	مگر اللہ نے تمہین ایمان کی محبت دی اور اُسے تمہارے دلون مین پیارا کر دکھایا۔ اور تمکو کفر فسوق اور گناہ کرنے سے بیزار کیا۔ ایسے ہی لوگ خدا کے فضل واحسان کیوجہ سے راستے پانے والے ہوتے ہین اور اللہ بڑا دانا صاحب حکمت ہے۔

اور اگر انسان تقویٰ مین نہ صرف استقامت واستقلال سے کام لے بلکہ اسمین کچھ ترقی بھی کرے گا تو پھر خدا کیطرف سے اسکو ایک ایسی قوت بھی عطا ہوگی جو اُسے اُبھار اُبھار کر نیکیونکی طرف متوجہ اور برائیون سے مجتنب رکھیگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہٗ۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِىْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط	خدا ہی ہے جس نے ایمان والون کے دلونپر سکینت نازل فرمائی۔ تاکہ انکے ایمان مین اور اضافہ ہو۔

بہرحال انسان کو یہی مناسب ہے کہ وہ اطاعت باریتعالیٰ کی کوشش کرتے رہنے مین اپنے نفس کو ہرگز شکست نہ کھانے دے۔ اور جس نیک کام کے کرنیکا وہ عادی بنگیا ہے اُسمین خلل نہ ڈالے۔ اور نفس کو بدی کے ارتکاب کرنیکا کبھی موقع ہی نہ دے۔ کیونکہ ابتدا مین چھوٹے گناہونکا ارتکاب کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ بڑے اور سخت گناہ کرنیکی بھی تحریک ہوتی ہے

اور برخلاف ازین معمولی نیکیون مین خلل پڑنے سے آگے چلکر بڑے بڑے نیک کام کرنیمین
بہت کچھ خلل و رکاوٹین پیدا ہو جاتی ہین کسی شاعر کا قول ہے

وارزق الفجر بیدو قبل ابیضہ
واول الغیث قطر ثم ینسکب

صبح صادق سے پہلے صبح کاذب ہی ظاہر ہوتی ہے
اور بارش سے پہلے ہلکا ہلکا تقاطر ہوتا ہے۔ پھر
موسلادہار مینہ پڑتا ہے۔

خداوندکریم نے بہی اس امر کے متعلق اپنے کلام پاک مین یون تنبیہ فرمائی ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی
الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ
وَاَمْلٰی لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا
لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ
فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ط

بیشک جو لوگ صاف اور سیدہا راہ معلوم ہوجانیکے
بعد پھر اُلٹے پاؤن پھرے شیطان نے اُنکو
بتے بتاکر انکی امید کی رسیان دراز کردین۔ اور
اُن لوگون کے راہ راست سے پھر بیٹھنے کی وجہ
یہ ہے کہ وہ خدا کی نازل کردہ کلام پاک کو ناپسند
کرنے والون سے کہا کرتے ہین کہ بعض باتون میں
ہم تمہاری ہی صلاح پر چلینگے۔

اس آیت سے ظاہر ہوگیا کہ اُن لوگون کا خدا کی اُتاری ہوئی باتین ناپسند کرنیوالون سے تہوڑی موافقت کا اقرار کرنا اُنکے راہ حق سے پہر جانیکا باعث بنگیا۔ اور باریتعالی ارشاد فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی
الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ
بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا

بیشک وہ لوگ جو تم مین سے اُن دو فوجون کے باہم
مقابل ہونیکے دن پیٹھ دکھا گئے بوجہ اُنکے بعض
برے اعمال کے شیطان نے اُنکے قدم ڈگمگا دیئے تھے

اس قول مین صاف طور پر جتا دیا گیا ہے کہ بعض تہوڑے سے گناہ کی نحوست نے مشرکین کے مقابلہ پر اُن مسلمانون کے قدم نہ جمنے دیئے۔ اور جو لوگ پاک طینت اور مخلص بندے تہے

وہ بدستور پامردی کے ساتھہ جہاد پر جمے رہے - اسیطرح جو شخص نیک کام کرنے پر استقلال کے ساتھ جما رہتا ہے اُسے خدا کیطرف سے ایک ایسی قوت عطا ہوتی ہے جو نیک کاموں کو کرتے رہنے پر اُبھارتی اور برائیون کے ارتکاب سے بچائے رکھتی ہے - اور اسی کو عصمت کہتے ہین جسکے ساتھہ خدا نے اپنے اولیاء کو متصف فرمایا ہے - کما قال اللہ تعالیٰ -

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ط

وہی لوگ ہین جنکے دلون مین خدا نے ایمان لکھہ دیا اور اپنی روح سے انکی تائید فرمائی -

اور فرماتا ہے :- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط

خدا اُن سے راضی ہوا اور وہ خدا سے خوش ہوئے وہی لوگ خدا کے گروہ ہین - اور خدا کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے -

اسیطرح جو شخص بُرے کامونکی عادت ڈالکر اسپر جم جائیگا وہ بجز بدی کے کسی وقت نیکی کیطرف متوجہ ہی نہ ہو سکیگا جیسا کہ خدا نے اپنے دشمنون کیحالت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا ہے

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُم مُّقْمَحُونَ ط وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ط

ہم نے انکی گردنون پر اتنے بھاری طوق (لعنت) ڈالدیئے ہین جو (انکی) ٹھوڑیون تک پہونچگئے اور اسلیئے انکے سر اوپر کو ویسے اُلل گئے ہین کہ وہ دیکھکر نہین چل سکتے - اور انکے آگے پیچھے رکاوٹین اور دیوارین بنا کر اوپر سے اُنہین ڈھانک دیا ہے اسلیئے وہ کچھہ دیکھہ ہی نہین سکتے -

اور ارشاد کیا :-

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ط وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ط

اور جو شخص خدائے رحمٰن کی یاد سے آنکھہ چراتا ہے ہم اسپر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہین وہ اسکا ساتھی ہوتا ہے اور باوجودیکہ شیطان گنہگار انکو راہ خدا سے روکتے رہتے ہین

	پھر بھی گنہگار اپنے تئین راہ راست پر چلنے والا خیال کرتے ہین۔

اور ارشاد ہوا۔

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَاۤءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ط	جو لوگ ایمان نہین لاتے ہم شیطانون کو انکا دوست بنا دیتے ہین۔

خداوند پاک نے بندے کی رہنمائی اور گمراہی دونون باتین اپنی ہی جانب اسلئے منسوب فرمائین کہ اس نے انسان کی طبیعت اور سرشت اس قسم کی بنائی ہے کہ وہ نیک و بد جس قسم کے کام کرتا رہے انہی کا عادی بنجاتا ہے اور پھر اس سے باز نہین آسکتا لیکن ایمان سے منع کرنا اسیوقت اپنی طرف منسوب کیا جبکہ پہلے اس امر کا ذکر کردیا جسے وہ بندہ کے افعال مین سب سے بڑھکر ناپسند کرتا ہے۔ جیسے شرک اور کفر جیسا کہ مذکورہ بالا آیت اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ الآیۃ مین فرمایا۔ اور اس طریقہ سے ایمان نہ لانیوالونکو یہ کہکر غیرت دلائی کہ شیطان انکے دوست ہوتے ہین تاکہ شاید وہ اسی غیرت کیوجہ سے اپنے برے کرتوت ترک کردین۔ اور دوسری جگہ ارشاد کیا:-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَہْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ط	اور لوگون مین سے کچھ ایسے بھی ہین جو بے جانے بوجھے خدا کے بارہ مین جھگڑتے ہین اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہولیتے ہین جسکی نسبت خدا نے لکھدیا ہے کہ جو اسکی دوستی کریگا اسی کو وہ گمراہ کرکے دوزخ کے عذاب مین پہونچا کر رہیگا۔
اور فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَھُمْ اَعْمَالَھُمْ فَھُمْ یَعْمَھُوْنَ ط	جو لوگ آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین ہم انہیر انکے اعمال اچھے کرکے دکھاتے ہین جسکی وجہ سے وہ بھٹکتے رہتے ہین۔

اکتیسوان باب

انسان کسقدر سعادت حاصل کرنیکی قوت رکھتا ہے

چونکہ انسان عالم صغیر بنا یا گیا ہے اسی لئے اسکی ذات مین چھوٹے پیمانہ پر وہ تمام چیزین بھی پیدا کیگئی ہین جو دنیا مین پائی جاتی ہین۔ اور جسطرح دنیا مین بہت سی چیزین ناقابل اصلاح ہین۔ اور اکثر حیوان وحشی اور قابو مین نہ آسکنے والے پائے جاتے ہین۔ اسیطرح انسان کی بھی بعض قوتین اصلاح اور درستی نہین قبول کرسکتین۔ اسی کے ساتھ بعض ایسی باتین بھی ہین جو انسان کو احکام الٰہی کی پوری پابندی سے روکتی اور قوانین شرع کی بجا آوری مین کوتاہی کا موجب ہوتی ہین۔ اسیواسطے خداوند کریم نے انسان کی حالت کا خاکہ یون کھینچا ہے:-

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَهٗ ط مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ط مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ط

آدمی پر (خدا کی) مار ہو وہ کسقدر ناشکرا ہے۔ (خدا نے) اسکو کس چیز سے پیدا کیا۔ نطفہ سے اسے پیدا کیا۔ پھر اسکی ہر ایک چیز کا اندازہ باندھ دیا پھر (نیکی بدی کا) راستہ اسپر آسان کر دیا۔ اسکو مردہ بنا کر قبر مین لیجا داخل کیا پھر جب چاہیگا اسکو دوبارہ اٹھا کھڑا کریگا۔ حق تو یہ ہے کہ خدا نے جو کچھ آدمی کو حکم دیا اس نے اسکی تعمیل ہی نہین کی۔

غرضکہ خداوند پاک نے آگاہ فرما دیا ہے کہ انسان دنیا سے بالکل بامراد اور فائز المرام تو نہین جاتا۔ لہذا اسپر واجب ہے کہ جہانتک ہوسکے اپنے فرائض کی بجا آوری مین دل وجان سے

کوشش کرے اور جسقدر ممکن ہو اپنے نفس کو پاک وصاف بناکر خدا کیطرف مائل رکھے اور اسطرح قصور طاعت کی کمی پوری کرتا رہے۔ وہ اسبات کا پختہ یقین رکھے کہ جب اپنے اپنے امکان تک فرمانبرداری کی تعمیل مین کوشش کی ہے تو اب جو کچھ کمی رہگئی ہوگی وہ خداوند کریم معاف فرما دیگا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا	خدا کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا

لہذا اگر انسان حتی الامکان اطاعت مین کمی نہ کریگا تو وہ اسبات کا ضرور مستحق ہو جائیگا کہ خداوند تبارک و تعالی اُسکے باقی گناہونکو معاف کر دے جیسا کہ اُس نے خود فرمایا ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ	اے ایمان والو خدا سے سچی توبہ کرو۔ شاید کہ تمہارا پروردگار تمہاری خطاؤن سے درگذر کر دے۔

اور فرمایا ہے:۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا ط	اگر تم ممنوعات مین سے بڑی اور سخت باتون سے پرہیز رکھوگے تو ہم تمہاری چھوٹی خطائین معاف کرکے تمہین اعزاز و اکرام کی جگہ یعنے جنت خلد مین داخل کرینگے۔

اور اسی لئے خدا نے ہمکو ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہنے کا حکم دیا ہے:۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا	بار خدایا اگر ہم بھول چوک مین مبتلا ہون تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا۔
اور نیز۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔	اور جو لوگ خدا پر ایمان لائے انکا نور انکے سامنے اور داہنے ہاتھ پر دوڑتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے خدایا ہمارے نور کو کامل کر دے۔

غرضکہ خدا نے ہمین حکم دیا ہے کہ ہم سے عبادت و طاعت میں جو کچھ قصور ہو اسکی بابت ہم خدا سے معافی اور درگذر کی التجا کرتے رہین۔ اور ارشاد کیا ہے کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کریگا اللہ اسکے گناہون کو معاف فرما کر اسکی نیکیونکا اچھا بدلہ بہی عطا کریگا۔ انہی وجوہ کے اعتبار سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہین :۔

من زعم انہ یصل الی الحق ببذل المجہود فہو متعن ومن زعم انہ یصل الیہ بغیر بذل المجہود فہو متمن۔

یعنے جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ صرف کوشش کے ذریعہ سے واصل الی اللہ ہو جائیگا وہ مفت کا دردسر رکھتا ہے اور جسے اس خام خیالی نے گھیر رکھا ہے کہ خدا کا ملنا بغیر ہاتھ پیر ہلائے ممکن ہے وہ بیکار اور کبھی نہ پوری ہونیوالی آرزو کر رہا ہے۔

اور اسی وجہ سے کہ انسان پوری طرح اپنے نفس کا تزکیہ کرنے مین قاصر رہتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "کوئی شخص ایسا نہین ہے جو محض اپنے اعمال کیوجہ سے جنت مین داخل ہو" لوگون نے دریافت کیا۔ یا نبی اللہ کیا آپ بہی انہی لوگون مین ہین ؟ ارشاد فرمایا۔ ہان مین بہی۔ مگر یہ اور بات ہے کہ خداوند کریم مجھے اپنی رحمت کی چادر اُڑھا دے"۔ اور خداوند کریم نے بہی اسی امر کی تنبیہہ کے لئے فرمایا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ط

اگر تم پر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو تم مین سے ایک بہی ہرگز پاکیزگی نہ حاصل کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے پاک بنا دیتا ہے۔

اور انسان کے لیے اپنے نفس کو پوری طرح پاک وصاف بنانے مین قاصر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ حیوان ناطق ہونیکے لحاظ سے حیوانون کے زمرہ مین داخل ہے۔ حیوان کی تعریف ہے جوہر متنفس حساس ۔ اور متنفس ایسا جوہر ہے جسکو غذا کہانے اور تربیت کیضرورت لاحق ہوتی ہے جیساکہ اللہ پاک فرماتا ہے :۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝

ہم نے اُنکو ایسے اجسام نہین بنایا ہے جو غذا نہ کھاتے ہون اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

اسلئے انسان جبتک دنیا مین رہتا ہے وہ حیوان ہونیکے اعتبار سے چرندہ اور درندہ جانورون کا شریک حال اور انہی امور کا محتاج ہے جنکی حاجت ان جانورون کو پڑتی ہے اور متنفس ہونیکی وجہ سے انسان کی مشارکت درختون اور جڑی بوٹیون کے ساتھ پائی جاتی ہے اور وہ انہی کیطرح نباتاتی ضروریات کا محتاج ہوتا ہے۔ بدینوجہ جبتک انسان زندگی کی دشوار گذار منزل طے کرکے حیوانی خواہشات و ضروریات کے پھندون سے اپنی گردن نہ چھڑالے وہ ہرگز شیاطین جن و انس کے اغواء سے محفوظ اور بے کھٹکے نہین ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ پاک خود فرماتا ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۝

اسیطرح ہم نے ہر ایک نبی کے چند دشمن انسانون اور شیطانون مین سے بنادیے ہین جو آپس مین ایک دوسرے کو دھوکا دینے والی چکنی چپڑی باتین سناتے رہتے ہین۔

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ سے عرض کیا کہ:-

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔

اے رب میرے مجھے دکھادے کہ تو مُردون کو کیونکر زندہ کرتا ہے۔ باریتعالیٰ نے ارشاد کیا کیا تم ایمان نہین لائے؟ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ ہان مین ایمان تو لایا ہون مگر مزید اطمینان قلب کی غرض سے تیری قدرت کا ایک کرشمہ دیکھنے کا آرزومند ہون۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال محض اس بنیاد پر تھا کہ خداوند کریم اُنہین اس زندگی کی

سیر دکھلائے جو حیوانات کو لاحق ہونیوالے عوارض سے خالی ہوتی ہے۔ اسپر اللہ پاک نے
اُنسے دریافت کیا کہ کیا تم ایمان نہین لائے ؟ یعنے کیا تمپر اس زندگی کی حقیقت واضح نہین
ہوئی؟ اسکے جواب مین ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ ہان مجھے تحقیق تو ہو چکی ہے لیکن
اطمینان قلب چاہتا ہون۔ یعنے میرا یہ مدعا ہے کہ مزید طمانیت حاصل ہوسکے واسطے مجھکو
طمع۔ خودغرضی۔ امید اور خودپسندی کی قوتون سے نفس کے بری ہو جانیکی کیفیت دکھادی
جائے۔ اور مین اُس حالت کا جسمانی آنکھون سے معائنہ کرلون جو خداوند پاک کے قول:۔
يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي
وَادْخُلِي جَنَّتِي ؕ مین مذکور ہے۔ لہذا خداوند پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ چار
پرندے لین (۱) کوا جسکی طبیعت مین لالچ اور خودغرضی داخل ہے (۲) گدھ جسکی عادت
امید کے سبز باغ کی سیر کرتے رہنا ہے (۳) مور جسکی سرشت مین خودپسندی کی خصوصیت ہے
اور (۴) مرغ جسکا خاصہ شہوت پرستی ہے۔ پھر ان چارون کے بند بند جدا کرکے انہین اپنی
طرف بلائین۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کی اور دیکھا کہ آواز دیتے ہی وہ چارون
دوڑکر انکے پاس آگئے۔ اس مثال سے خداوندکریم نے انسان کو متنبہ فرمایا کہ گو انسان اپنے
نفس کو ان مکروہ قوتون اور آلائشون سے پاک کرنے مین حد سے بڑھکر ہی کوشش کیون
نہ کرے لیکن جبتک بشریت اسمین موجود ہے ان قوتون کا زوال ناممکن ہے اور انسان کو
اُسوقت تک ہرگز وہ اطمینان حاصل نہین ہوسکتا جسکی جستجو مین وہ سرگردان رہتا ہے۔ ہان
کچھ لوگ اسکے مدعی ہین کہ بعض آدمی ان خصوصیتون کی قید سے نکلکر آب و غذا کی علت
ہی سے بری ہوجاتے ہین یا اسکیطرف بہت کم مائل ہوتے ہین۔ اسلئے انکے بھی اخلاق
بالکل افسردہ اور معدوم ہوکر رہجاتے ہین۔ لیکن اگر یہ صورت کسی شخص مین پائی جائے
تو وہ آدمی نہ ہوگا بلکہ دراصل فرشتہ ہوگا جسکی ظاہری صورت انسانون کی سی ہے اور
بباطن وہ دوسری مخلوق مین داخل ہے۔ یا وہ تبدیل جوہر کرکے انسانیت کی ذیل سے

باہر ہو جاتا ہے۔ جسطرح چیونٹی کے پر نکل آتے ہین تو وہ پروانہ بنجاتی ہے یا پانی کے کپڑے تبدیل ہیئت کر کے مینڈک ہوجاتے ہین۔ اور گو یہ بات قدرت الٰہی سے بعید نہین۔ لیکن اسطرح کا انسان اُن افعال کی اصلاح ہرگز نہین کرسکتا۔ جنکے واسطے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ آبادی زمین کے کام آسکتا ہے جسکے واسطے خدا نے انسان کو دنیا مین اپنا خلیفہ بنایا۔

فصل - قال اللہ تبارک و تعالیٰ :-

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

جو لوگ ہم سے ملنے کی کوشش کرینگے ہم ہی ضرور اُنہین اپنے قرب کے راستے دکھائینگے۔

اور فرمایا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہون نے ہجرت کی اور اللہ کے رستے مین جہاد بھی کیا۔ اور جن لوگون نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور انکی مدد بھی کی یہی پکے مسلمان ہین۔

آیات مذکورہ بالا سے صاف عیان ہے کہ جو شخص خدا کیطرف ہجرت اور اسکی راہ مین جہاد کریگا خدا اُسے اپنا راستہ دکھا کر کامیاب بھی بنائیگا۔ سب سے بڑی ہجرت اسکا نام ہے کہ انسان خواہشات نفسانی سے کنارہ کرے۔ اور بہت بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ آدمی ہوائے نفسانی سے بچتا رہے اور اُسکے دام مین اسیر نہ ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ "بڑا جہاد ہوائے نفسانی کے بارہ مین ہونا چاہیے"۔ اسلیے جو شخص خدا کا راستہ پاکر اُسمین قدم رکھیگا وہ ہمیشہ نیکیونکیطرف تیزی سے متوجہ ہوگا اور مغفرت الٰہی کیجانب لپکیگا۔ اور ایسا شخص اس قابل ہے کہ ابدال کے زمرہ مین شامل سمجھا جائے گا۔ ابدال کے معنے ہین وہ لوگ جو اپنے بُرے افعال اور اخلاق کو نیک کامون اور قابل تعریف عادتون سے بدل ڈالین۔ مثلاً جہل کی جگہ علم کنجوسی کی بجائے جوانمردی اور سخاوت تن پروری

اور لالچ کی جگہ پاکدامنی ظلم کے مقام پر عدالت اور جلد بازی کے بجائے درنگ پر عمل کرنا اپنی عادت قرار دین جیسا کہ خداوند پاک ارشاد فرماتا ہے ۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ط يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط

اور جو خدا کے ساتھہ دوسرے معبود کو نہ پکارین اور ناحق کسی شخص کو جان سے نہ مارین جسے خدا نے حرام کیا ہے ۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہون اور جو یہ کریگا وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتیگا ۔ کہ قیامت کے دن اسکو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور ذلیل و خوار ہوکر اُسی حال مین ہمیشہ رہیگا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگون کے گناہون کو اللہ پاک نیکیون سے بدل دیگا ۔

اور جب انسان ابدال کے حلقہ مین داخل ہوتا ہے تو وہ اُن محبان خداوندی کے درجہ پر ترقی کر جاتا ہے جنکی بابت اللہ پاک نے فرمایا ہے :۔

فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ط

عنقریب خدا ایک ایسی قوم پیدا کریگا جسے وہ دوست رکھیگا اور وہ قوم اسکی عاشق ہوگی ۔

ایسے انسان کو پروردگار عالم نہایت بارعب و جلال بنا دیتا ہے جس سے تمام مخلوق ڈرتی اور اسکی اطاعت کرتی ہے ۔ یہانتک کہ آدمی اور حیوانات توکیا چیز ہین عناصر بھی اس شخص کے احکام مانتے ہین ۔ اور جو کچھ دنیا مین پیدا کیا گیا ہے سب پر وہ فرمانروا ہوتا ہے ۔

روایت ہے کہ جب خدا کسی بندہ کو پیار کی نظر سے دیکھتا ہے تو اُسے اپنی صورت سے مشابہ بنا کر اسکے جسم مین اپنی روح پھونک دیتا ہے جسکی وجہ سے تمام شجر و حجر ۔ چرند پرند اور درندے جانور تک اُس آدمی کے سامنے سر جھکا دیتے ہین ۔ بلکہ اُسے اس قسم کی

بزرگی اور عزت عطا کرتا ہے جسکی شناخت بہی وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود ان صفتوں سے متصف ہوں۔ چنانچہ یہ حدیث قدسی بہی اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم عن ربہ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

اور خود پروردگار عالم انہی معنوں میں فرماتا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ط | کوئی شخص اسبات کو نہیں جانتا کہ پردہ غیب میں اسکی راحت و آرام کے کیا کیا سامان کئے گئے ہیں

جسطرح یہ حالات انبیا علیہم السلام کے ساتھہ مخصوص ہیں ایسے ہی بعض خدا کے برگزیدہ اولیا بہی اس کرامت سے حصہ پاتے ہیں اور خدا کی قدرت کے دیکھتے ہوئے ان باتوں کو ناممکن تصور کرنا سخت غلطی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی عزت محض انہی لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو اسکے اہل ہوں اور پھر ان لوگوں کو اسقدر اعلی درجہ کا علم اور ایسی حکمت عطا کیجاتی ہے جو انہیں راہ راست دکھلانے اور خدا کے سیدھے رستہ پر چلانے کے لئے کافی ہو۔ اور ایسا آدمی اپنے فرائض اور واجبات سے واقف ہوکر اپنی حد سے آگے نہیں بڑہتا۔ اور احکام ایزدی پر عمل کرکے فائز المرام ہوتا ہے۔

بتیسواں باب

معاد کا ثبوت موت کی فضیلت اور موت کے بعد حاصل ہونیوالی سعادت کا بیان

اس دنیاوی زندگی کے بعد انسان کو ایک اور زندگی بہی حاصل ہوتی ہے جو دائمی اور باقی ہے اور بجز معدودے چند مادہ پرست یا اپنی اصل حقیقت سے بیخبر حیات دنیاوی کے دلدادہ

اشخاص کے باقی تقریباً تمام لوگون نے معاد آخرت یعنے قیامت مین دوبارہ زندہ ہوکر اپنے نیک وبد اعمال کی جزا و سزا پانیکا اقرار کیا ہے۔ معاد کے منکر صرف وہ لوگ ہین جنکی نظر مین دنیاوی زندگی کا ماحصل تن پروری اور نفسانی خواہشون کے پورا کرنیکے سوا اور کچھ نہین۔ اور اُن لوگون کیحالت خدائے پاکنے یون بیان کی ہے :-

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط	آدمیونکی فطرت مین مرغوب چیزین بیبیان بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اچھے گھوڑے مویشی اور کھیتیان ہین جو اُسے بھلی معلوم ہوتی ہین (لیکن) یہ (تو صرف چند روزہ) دنیاوی زندگی کے سامان ہین۔

لیکن جو لوگ سلیم الفطرت اور راست باز ہین اور اسرار کائنات پر غور کرکے اسباب کو سمجھ سکتے ہین کہ دنیا مین سب سے افضل مخلوق ذی روح مخلوق ہے اور ذی روح مخلوق مین سب سے افضل وہ ہین جو اس عالم مین ذی ارادہ اور فعل مختار ہون۔ پھر انہین ہی فضیلت کا پانسہ اُنکے حق مین پڑتا ہے جنہین مآل اندیشی و انجام بینی کی قوت دیگئی ہو۔ اور یہ صفت محض حضرت انسان کو عطا ہوئی ہے۔ دوسرا کوئی جاندار غور و فکر سے کام لینے یا انجام بینی کی قوت نہین رکھتا۔ پھر جب معلوم ہوا کہ انجام بینی اور معاملات کی تہ تک پہونچنا صرف انسان کا خاصہ ہے تو اب یہ سمجھنا باقی رہا کہ انسان کو یہ خاصیت کیون مرحمت ہوئی؟ چونکہ خداوند کریم نے انسان کے واسطے آخرت مین بھی ایک ایسا درجہ رکھا ہے جو کسی دوسری مخلوق کے لئے نہین رکھا گیا۔ کیونکہ اگر صرف مصائب و افکار اور رنج و غم کی کشمکش سے بھری ہوئی اس دنیا کی زندگی کے علاوہ انسان کی خلقت کا کوئی اور نتیجہ نہ ہوتا۔ اور اس زندگی کے بعد اسکی کوئی قابل رشک حالت نہ قرار دیگئی ہوتی تو بے شبہ ایک کمتر سے کمتر درجہ کا حیوان بھی انسان سے بہت اچھا ہوتا۔ اسلئے اُسے مآل اندیشی کی قوت عطا کی تاکہ وہ اپنی حالت پر غور کرکے آخرت کے

گھر کے لئے دنیا مین توشہ فراہم کرے۔ اور یہ کبھی نہین ہوسکتا کہ خدا نے انسان کے وجود
مین اپنی حکمتون اور خلقت کے جو کرشمے ظاہر کئے ہین وہ بالکل بے کار اور بے سبب ہون
جیسا کہ خود ہی اسکے متعلق فرماتا ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ط | کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہین بے مصرف پیدا کیا ہے اور تم لپٹ کر ہمارے پاس نہ آؤ گے۔

لہذا انسان پر فرض ہے کہ وہ اپنی خلقت کی اصلی غرض یعنے معاد اور خدا کے حضور مین
واپس جانے کیطرف پوری پوری توجہ کرے۔ اور اسکا سامان کرنیکے لیے ہر طرح کوشش
کرتا رہے۔ کیونکہ اپنی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ طرح طرح کے عجائبات اور نوادر سے
انسانی جسم کو ترتیب دیکر پھر اُسے بیفائدہ بگاڑ ڈالنا اور محض اُن باتون کی وجہ سے
جنمین انسان اور حیوان یکسان شریک ہین۔ مثلاً کھانا پینا۔ اور دیگر جسمانی ضروریات ولذات
انسان کو صدہا ایسی دقتون کا شکار بنانا جنسے دوسرے حیوان بالکل مبرا رکھے گئے ہین
نہایت بے کار اور لغویات ہوتی۔ اور معاذ اللہ خداوند کریم ایسی حرکت کا کیون مرتکب بنتا جو

كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ط | اس عورت کیطرح جس نے اپنے کاتے ہوئے مضبوط سوت کو توڑ کر پارہ پارہ کر ڈالا۔

کی مصداق ہو۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کا یہ قول ارباب بصیرۃ کی
جان اور اہل دل کا ایمان ہے فرماتے ہین " دنیا ایک گذرگاہ ہے۔ رہنے بسنے اور رہ
پڑنے کی جگہ نہین۔ اسلئے امین ہوکر سلامتی کے ساتھ گذر جانیکا خیال رکھو اور یہان
ہمیشہ رہنے کے سامان ہرگز نہ کرو۔ تم در اصل دائمی زندگی کے لذائذ حاصل کرنیکے واسطے
پیدا کئے گئے ہو۔ لیکن یہ دنیا دار الفنا اسلئے بنائی گئی ہے کہ تم یہان سے آخرت کا توشہ
لے کر دار البقا مین جاؤ اور وہان نعیم ابدی کے مزے اڑاؤ۔ اور اسی مفہوم کو ایک شاعر
نے بھی کیا خوب باندھا ہے۔

بگذر از دنیا تا تل خوب نیست   خواب راحت بر سر پل خوب نیست

اکثر نادان اور کج فہم لوگ دہوکے مین پڑکر اُنہی لوگون کے ہمخیال بنجاتے ہین جنہون نے دنیاوی عقل سے کام لیکر محض دنیا کے معاملات مین زیادہ غور کیا ہو اور اُسی کی درستی مین مصروف رہے ہون۔ ان ناسمجھہ لوگونکی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اگر آخرت حق ہوتی تو اس قسم کے دانا اور فہیم اشخاص اُس سے کیون انکار کرتے۔ مگر ان نادانون کو یہ نہین سوجہتا کہ عقل ایک جوہر شریف ہے جدہر اسکی باگ موڑ دی جائے اُسیطرف جہک جاتی اور اسی کی اُدہیڑبن مین مصروف ہوجاتی ہے۔ اگر آخرت کیطرف متوجہ کیجائے تو اسکے استحکام اور درستی مین کوشش کرے گی اور دنیا کی جانب لگائی جائے تو اُسے بنانی سنوارنی ہیکی اور امور آخرت کیطرف سے بالکل غافل بنجائے گی۔ لہذا سعید اور مبارک ہین وہ لوگ جو اعتدال کی راہ پر قدم مارتے اور دین و دنیا دونون سے بقدر واجبی حصہ حاصل کرتے ہین۔

فصل ۔ موت جسکی بابت ہر شخص کو عام طور پر یہ علم ہوگا کہ وہ روح کے جسم خاکی سی نکل جانیکا نام ہے۔ یہ بہی انسان کو نعیم ابدی تک پہونچانے والے اسباب مین سے ایک ضروری سبب ہے۔ لیکن در اصل اس دنیا سے دوسری دنیا مین جانیکا نام ہے۔ حدیث شریف مین وارد ہے کہ "لوگو! تم اصل مین دائمی زندگی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ لیکن اُس زندگی کا دروازہ دنیاوی وجود سے کنارہ کشی کرنے پر کہلتا ہے۔" اسوجہ سے اگرچہ بظاہر موت ایکطرح کی فنا اور پژمردگی ہے لیکن اگر بغور دیکہین تو وہ درحقیقت ایک دوسری پیدایش ہوتی ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے :۔

تَمَخَّضَتِ الْمَنُونُ لَهُ بِيَوْمٍ	ایک دن انسان کو موت کا درد زہ ہونا ضروری ہے وہ اسلئے
اَتَیٰ وَلِكُلِّ حَامِلَةٍ تَمَامٌ	آتی اور پہر آتی ہے کیونکہ آخر ہر باردار عورت کی مدت حمل پوری ہوتی ہے

اس شعر مین شاعر نے موت کو اوضاع ولادت سے تشبیہہ دیکر یہ تنبیہہ کی ہے کہ موت بہی کائنات کا ایک ضروری سبب ہے۔ بعض اہل دل کا قول ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی

مثال ایسی ہے جیسے چڑیا کا بچہ انڈے مین بند ہو۔ پس جسطرح اُس بچہ کا کمال اسپر منحصر ہے کہ وہ انڈے کو کہٹک کر باہر نکل آئے ایسے ہی روح انسانی کا تکملہ جسم خاکی سے قطع تعلق کرنے پر موقوف ہے۔ یعنے موت نہ ہوتی تو انسانی روح کی تکمیل نہ ہو سکتی۔ اور چونکہ موت روح انسانی کے تکملہ کے لئے ایک ضروری شئے ہے اسیواسطے خداوندکریم نے فرمایا۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط

خدا لوگون کے مرتے وقت انکی روحون کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اور جو لوگ مرے نہیں سوتے وقت انکی روحین بہی خدا کے یہان بلا لیجاتی ہیں پہر جنکی موت آگئی ہو انکی روح خدا روک رکہتا ہے اور دوسری روحین میعاد مقررہ تک کے لئے پہر دنیا مین بہیجدیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی موت اسکی ایک ادنیٰ حالت سے دوسری اعلیٰ اور اشرف حالت کیطرف منتقل ہونیکا سبب ہوتی ہے اور اسی لئے خداوندپاک نے موت کو وفات دینے اور اپنے پاس روک رکہنے کے نامون سے موسوم کیا ہے۔ اور جن لوگون کو خدا کے حضور مین اپنے سرخرو بننے کا یقین ہوتا ہے وہ اسیوجہ سے موت کو بیحد دوست رکہنے اور اُسکے آنے سے خوش ہوتے ہین۔ موت سے ڈرنے یا اسکے ناپسند کرنیوالے صرف دوطرح کے آدمی ہونگے۔ ایک تو وہ جو آخرت پر ایمان نہین رکہتے اور کہتے ہین کہ جو کچھ زندگی اور آرام و راحت کا مزہ ہے وہ دنیا ہی مین ہے۔ اس قسم کے آدمیونکا وصف خداوندکریم یون بیان فرماتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ

اور اے پیغمبر بیشک تم اُن لوگونکو (دنیاوی) زندگی کا سب سے زیادہ خواہشمند پاؤگے اور مشرکون مین سے ہر آدمی یہی چاہتا ہے کہ کاش ہزار برس زندہ رہے (انکو) ایسی آرزو ہوگی لیکن اتنی لمبی عمر پانا بہی انہیں عذاب سے بچانیوالا نہیں ہوسکتا۔

اور دوسرا وہ آدمی موت سے ڈریگا جسکو آخرت کا تو یقین ہے لیکن وہ اپنے گناہونکی شامت سے خائف ہے۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان لاکر پاک وصاف ہین اور وہ خدا کے نیک بندے ہون انکو موت کے آنیکا اشتیاق رہتا ہے اور وہ اسکے استقبال کے لئے ہر وقت آمادہ پائے جاتے ہین۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ "جو شخص دیدار الٰہی کا شائق ہو خدا بھی اُسکے دیدار کا ویسا ہی شوق رکھتا ہے"۔ اور پروردگار عالم فرماتا ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝	اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔

گویا اس آیت کریمہ سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ جو شخص خدا کے سامنے سرخرو ہو کر جانے کا یقین رکھتا ہوگا وہ موت سے ہرگز نہ بھاگیگا۔ غرضکہ موت جنت کا دروازہ ہے۔ اگر موت نہ پیدا کیگئی ہوتی تو آفرینش جنت کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔ اسیواسطے خدا نے صاف صاف فرما دیا۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط	وہ خدا ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کرکے تمہاری آزمائش کرنی چاہی تاکہ دیکھے تم مین اچھے کام کرنیوالا کون ہے۔

اور یہان حیات سے پیشتر موت کا ذکر فرمانیمین یہ نکتہ مدنظر ہے کہ در اصل موت ہی انسان کو حقیقی زندگی تک پہونچانیوالی چیز ہے۔ اور خدا نے موت کو بھی اُن نعمتون کے زمرہ مین داخل کیا جو ہمارے لئے بنائی ہین۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ	تم کیونکر خدا کا کفران نعمت کرتے ہو جس نے تمہین مردہ سے زندہ بنایا اور پھر تمکو مار کر دوبارہ جلائیگا

اس قول مین خدائے کریم نے موت کو بھی زندگی کیطرح ایک قسم کا انعام قرار دیا۔ اور یہ بالکل صحیح امر ہے کیونکہ آخری زندگی نعمت ہے اور اسکے حصول کا اصلی سبب ہے موت اسلئے جو چیز حصول نعمت کا باعث ہو وہ خود بھی نعمت ہوگی۔ اور چونکہ موت حصول سعادت کبری

کا ذریعہ نہی اسیو جہسے انبیاء علیہم السلام یا اہل علم اور حکیم لوگ اس سے کبہی ڈرتے ہی نہ تہے ۔ امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین :۔

واللہ لا ابالی اقع علی الموت او یقع الموت علیّ	خدا کی قسم مجہے اسکی ذرا بہی پروا نہین کہ مین خود موت پر گرونگا یا موت مجہپر گرے گی ۔

خدا کے نیک بندے دنیاوی زندگی کو قید خانہ سے بدتر سمجہکر ہر وقت اس سے آزادی کے خواہان رہتے ہین اور اسی لحاظ سے حدیث شریف مین آیا ہے :۔

الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر	دنیا ایماندار کا قید خانہ ہے اور کافر کا بہشت ۔

کیونکہ سچا مومن دراصل اُس دائمی اور ابدی زندگی کا طلبگار ہوتا ہے جسمین وہ نعمای خداوندی اور لقائے الٰہی کے لطف اُٹہائیگا ۔ مگر کافر جو اُخروی زندگی پر ایمان ہی نہین لایا ہے وہان کیا پاسکتا ہے ؟ اسلئے دنیا ہی مین مزے لوٹ لے اور اسکو اپنے حقمین جنت سمجہے تو کیا عجب ہے ۔ داؤد طائی رح بہت اعلیٰ درجہ کے صوفی گذرے ہین جسوقت انکا انتقال ہوا تو ایک عارف نے یہ کہا تہا کہ "داؤد زندان خانہ سے آزاد ہوئے" ۔ خداوند پاک نے وَلَئِنْ مُتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ؕ ارشاد فرما کر بتا دیا کہ خدا کے یہان جو زندگی حاصل ہوگی اسکا راستہ موت ہے اور اسیطرح بہت سی دوسری آیتون مین بہی اُخروی زندگی کے آرام و راحت اور اسکی برکات کا ذکر فرمایا ہے ۔ چنانچہ ارشاد کرتا ہے ۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ؕ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ ؕ	پہر ہم نے انسان کو از سر نو پیدا کیا ۔ پاک ہے خدا بہت اچہا پیدا کرنے والا ۔ پہر تم بیشک اس پیدائش کے بعد مرنے والے ہو ۔ پہر تم قیامت کے دن بہی زندہ کر کے اُٹہائے جاؤ گے ۔

ان تغیرات کے ذکر سے انسان کو خلقت کے احسن طریقہ پر آگاہ کرنا مقصود تہا ۔ پس معلوم ہو کہ اس دنیاوی جسم کو پہر دوبارہ کسی اعلیٰ اور اشرف صورت مین لانیکے واسطے توڑ ڈالتے

اور بگاڑ دینے کی ایسی ہی مثال ہے جیسے درخت۔ پہل اور خوشہ سے نفع حاصل کرنیکے لئے تخم کو خاک مین ملا دیتے ہین۔ یا جیسے گیہون کو کھانیکے لئے اُسے پیس گوندھ کر روٹی پکاتے ہین۔ کیونکہ اسطرح بظاہر اسکی صورتین بگڑتی نظر آئینگی۔ لیکن در اصل وہ انقلاب صورت ترقی مدارج کے حکم مین ہے۔ غرضکہ جو نفس گندہ اور دنیوی اغراض کا بندہ ہوگا وہی دنیا مین رہنے کو غنیمت شمار کرکے اپنے انجام سے غافل ہوجائیگا۔ اور جس طرح گبریلا کیڑا گوبر کی ماند ہی مین خوش رہتا ہے وہ بہی دنیا ہی کو پسند کریگا۔

تینتیسوان باب ۳۳

در اصل انسان کی فضیلت یہ ہے کہ وہ ملائکہ پر بہی شرف لیجائے

کسی پچھلے باب مین بیان ہوچکا ہے کہ آدمیونکی دو قسمین ہوتی ہین۔ ایک قسم کے آدمی تو وہ ہین جو ظاہری صورت کے دیکھنے مین تو انسان ہوتے ہین۔ لیکن کام کاج بات چیت اور طرز و روش وغیرہ سب باتین اصول انسانیت کے بالکل خلاف پائی جاتی ہین۔ اور اگرچہ ایسے آدمی بظاہر انسان کہے جاتے ہین۔ لیکن در اصل انکی حقیقت بہائم و انعام سے بہی ادنی درجہ پر ہے۔ اور دوسری قسم کے انسان وہ ہین جو اپنی خلقت کی غرض پوری کرکے خلافت الٰہی اور اشرف المخلوقات ہونیکا اعزاز حاصل کرتے ہین اور یہی اصلی انسان ہین۔ پھر انکی بہی دو حالتین ہونگی۔ پہلی حالت مین یہ دنیاوی زندگی کے مخمصون مین گرفتار رہتے۔ بہوک پیاس۔ رنج و راحت۔ درد و الم۔ اور طول امل کے پھندون مین پہنسے رہنے سے آزادی کے خواہان اور ملاء اعلیٰ مین پہونچنے

کے آرزومند پائے جائینگے۔ اور دوسری حالت یہ ہوگی کہ ان پھندون سے نکلکر تمام تکالیف
و مصائب دنیوی سے آزاد اور خدا کے قرب مین صدق وصفا کی مسندون پر بیٹھے ہوئے
حیات ابدی کے مزے لوٹتے ہونگے۔ اسوقت انکی زندگی موت کے خطرہ سے پاک ہوگی۔
انکی مالداری تنگدستی اور محتاجی کے خرخشہ سے پاک رہیگی۔ انکا دامن عزت ذلت کے
گرد و غبار سے صاف ہوگا۔ اور انکے علم کی روشنی ظلمت جہل سے ماند نہ پڑ سکیگی۔
ملائکہ دست بستہ انکی خدمتگذاری کو حاضر ہونگے اور بموجب ارشاد باریتعالی۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ط سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ط

فرشتے ہر طرف سے آ آکر انہین مبارک باد و سلامت کے ترانے سنا رہے ہونگے کہ تمپر سلام ہو بباعث صبر کرنے تمہارے کے۔ بس اچھی جگہ ہے تمہاری عاقبت مین۔

جن لوگون کو یہ منزلت حاصل ہو وہ بلا شبہہ فرشتون سے بھی افضل ہین۔ اور ہم خدا سے ملتجی ہین کہ ایسے رتبہ پر پہونچنے مین ہماری مدد فرمائے۔ اور ہمین محض اپنی رحمت سے اسکے لائق بنائے۔ اِنَّهٗ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

تمت

نادر و نایاب کتابین

فتح اندلس۔ ایک دلچسپ تاریخی ناول جسمین اسلامی فتوحات اسپین کے منظر مجاہدین کی پرہیزگاری سپہ سالاران اسلام کے زرین کارنامے مسلمان حاکمونکی معدلت گستری عیسائی فرمانرواؤن کی بداخلاقی یہودیونکی مظلومی اور انتقام کشی کے ہوبہو نقشے کھینچے گئے ہین۔ قیمت ۔ عہ

تمدن اسلام حصہ اول و دوم۔ اسلامی سلطنت کی یوماً فیوماً ترقی کے ساتھہ اسکے انتظام ملکی۔ مالی اور فوجی کی تاریخ اور مسلمانون اور اسلامی حکومتکے تنزل اور شان وشوکت کے تفصیلی حالات جو صدہا تاریخی کتابون مین بکھرے پڑے تھے بڑی خوبی کے ساتھہ ایکجا جمع کردیئے ہین۔ مناسب موقع تصویرین بھی دیگئی ہین۔ فی حصہ عہ۔ ہر دو . . . . . سے ،

بشارت فاطمہ۔ ایک عدیم النظیر دلچسپ مذہبی ناول ہے جسمین ایک عیسائی لیڈی کے مشرف باسلام ہونیکی تفصیلی کیفیت اس انداز سے بیان کیگئی ہے کہ اگر ایکدفعہ شروع کر دیجئے پھر ختم کئے بدون کتاب ہاتھہ سے چھوڑنے کو ہرگز جی نہ چاہیگا۔ مصنف نے واقعی کمال کیا ہے کہ مذہبی مناظرہ کو جو بظاہر ایک خشک مضمون تھا نہایت دلچسپ بنادیا ہے۔ قصہ اول سے آخر تک سارا واقعات پر مبنی ہے۔ اور چونکہ قابل مصنف نے اسمین اسلام کی صداقت کے بڑے بڑے زبردست اور لاجواب کردینے والے ثبوت عقلی دلائل اور خود عیسائیون کی مقدس کتابون سے دیئے ہین۔ لہذا یہ کہنا ذرا مبالغہ نہین کہ بشارت فاطمہ کی تصنیف اسلام کی ایک قابل داد خدمت ہے جسکی محبان اسلام کو خاص قدر کرنی چاہیئے۔ قیمت ۱ہ

المرأة المسلمہ۔ مصر کے مشہور مصنف علامہ فرید وجدی کی تازہ تصنیف کا اردو ترجمہ جو اُنہون نے پردہ کی تائید۔ آزادی نسوان کی مخالفت اور رسالہ تحریر المرأة اور مرأة الجدیدہ کی تردید مین لکھی ہے قابل دید ہے۔ فی جلد ۸ر

ارمانوسہ۔ ایک نہایت دلچسپ دردانگیز اور حیرتناک تاریخی عربی ناول کا ترجمہ جسمین حسن وعشق کے فرضی افسانے نہین بلکہ سچے واقعات اور اسلامی عظمت وجبروت کے عدیم المثال کارنامے اسی خوبی سے بیان کئے گئے ہین جسکا اندازہ بغیر پڑھے یقیناً غیر ممکن ہے۔ قیمت . . . . . عہ

الایمان۔ اس کتاب مین نہایت فلسفیانہ طریق سے بتایا گیا ہے کہ مسلمانون کا ایمان ازروئے قران کریم کیا ہے اسمین کیا کیا چیزین داخل ہین۔ کیا کیا خارج ہین شمس العلما مولوی شبلی نعمانی صاحب اس کتاب کی نسبت فرماتے ہین "ہین اعتراف کرتا ہون کہ یہ رسالہ الایمان غایت دقت نظر اور تحقیق کے ساتھہ لکھا گیا ہے۔ نہایت معتدل طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور موجودہ زمانہ مین ہر حیثیت سے مفید اور سودمند ہے۔ اس رسالہ نے اردو زبان مین ایک مفید اضافہ کیا ہے" - قیمت ۶ر

الاسلام دین الفطرۃ اکسفورڈ یونیورسٹی واقع انگلستان کے عربی پروفیسر اور مصر کے نامور علامہ شیخ محمد عبدالعزیز شاویش کے اس مضمون کا ترجمہ جو انہون نے دین اسلام کی حقانیت اور اسکے فطری مذہب ہونیکے ثبوت مین مقام الجزائر کی مشرقی علوم کی کانفرنس مین علمائے یورپ کے سامنے پڑہا تہا۔ اسمین عقلی دلیلون اور اصول تمدن جدید کے لحاظ سے اسلام کے عقاید توحید باری۔ نبوت کی غرض اور اسکا ثبوت۔ اسلام کے اصول۔ احکام کی عقلی خوبیان اور دین اسلام کا تمام دنیا کے لئے مفید اور مؤید تمدن ہونا بہت پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے اور ہر بات پر آیات قرانی ہی سے استشہاد کیا ہے قابلدید کتاب ہے۔ قیمت ۶ر

اسلام اور سوشل ریفارم۔ مصر کے بہت بڑے مسلمان عالم اور اسلامی مورخ محمد رفیق بک اعظم زادہ کے رسالہ مطالب الحیاۃ الاجتماعیۃ والاسلام کا اردو ترجمہ جسمین مصنف ممدوح نے بہت خوبی کے ساتہہ تمدن یورپ اور تمدن اسلام کا مقابلہ کرکے اسلامی تمدن کی فضیلت ثابت کی ہے اس رسالہ کی مصر۔ عرب۔ شام اور ٹرکی مین دہوم مچگئی ہے۔ مطبع نے بغرض فائدہ رسانی ابنائے وطن اسکا اردو مین ترجمہ تیار کرایا ہے۔ اگرچہ علمی مضامین ایک طرح پر خشک ہوا کرتے ہین لیکن یہ رسالہ نہایت دلچسپ ہے۔ قیمت ۸ر

فتاۃ غسان۔ ایک زبردست حیرتناک اور نہایت دلآویز تاریخی ناول ہے جسمین اسلام کے حالات ابتدائے ظہور سے لیکر فتوح عراق اور شام تک ٹری خوش اسلوبی سے قصے کے پیرایہ مین دکھائے گئے ہین قیمت ہر دو حصہ

فیض عام ملقب بہ شفاء الاسقام ۔ اس کتاب مین علامہ مصنف نے تو ایسے علاج امراض ایسی عجیب طرز سے لکھے ہین کہ آجتک کسی نے نہین لکھے۔ علاوہ اسکے اس کتاب مین یہ خوبی ہے کہ جو نسخے درج ہوئے ہین سب مصنف کے اپنے تجربہ شدہ ہین کوئی نسخہ سنا سنایا نہین لکھا۔ اگر کوئی شاذ و نادر لکھا گیا ہے تو وہان لکھدیا ہے کہ یہ نسخہ ہم نے خود نہین آزمایا۔ اور نسخے ایسے ایسے عجیب ہین جنکو طبیب لوگ قیمتی نوٹونکی طرح اپنی نوٹ بکون مین مخفی رکھا کرتے تھے اور سوائے اپنی اولاد کے کسی اور کو بتانا گوارا نہ کرتے تھے۔ حضرت مصنف نے طبی دنیا پر ایک بڑا بھاری احسان کیا ہے کہ عام اُن مخفی مجربات کو کھولکر میدان مین رکھدیا ہے۔ یہ کتاب پہلے فارسی زبان مین تھی۔ مطبع نے بصرف زر کثیر اسکا ترجمہ سہل اردو مین کرایا ہے۔ قیمت ۔ عہ؍

بینظیر حبیبی حمائل شریف مترجم ۔ یہ حمائل نہایت ہی صحیح و خوشخط۔ عمدہ کاغذ۔ نفیس چھپائی جسکی صحت آٹھ مولویون۔ حافظون و قاریون سے کرائی گئی ہے۔ جنکی سواہیر حمائل کے اخیر مین ثبت ہین۔ منشی محمد عبد الغنی صاحب خلف الصدق منشی ممتاز علی صاحب مہاجر مکی مشہور خوشنویس کے ہاتھہ کی لکھی ہوئی ہے ترجمہ مولوی شاہ عبد القادر صاحب دہلوی کا ہے۔ متن کی عبارت پر خوشرنگ حنا کیگئی ہے۔ جلد نہایت عمدہ۔ باوجود ان خوبیون کے ہدیہ کچھہ بھی نہین۔ مجلد عہ؍۔ غیر مجلد عہ؍۔

حقیت اسلام اسمین لائق مصنف نے نہایت متانت اور خوبی سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کا فطرتی مذہب ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ماننے اور یقین کرنیکے واسطے نہ کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت ہے اور نہ اسکی واسطے فلسفہ اور ہندسہ کا جاننا لازمی ہے بلکہ اسکا ماننا انسانی فطرت مین ودیعت ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا۔ عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مخالف مذہب والون کو بھی سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہین۔ قیمت ۔ ۴؍

مرآة الاسلام یعنی رونمائے کیفیت بہار و خزان اسلام مولوی عبید اللہ صاحب بسمل نے فارسی نظم مین لکھا ہے کہ سچ کا غذ پہ رکھدیا ہے کلیجہ نکال کے" مولانا حالی نے مد و جزر اسلام ایک بینظیر مسدس لکھا ہے مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت مرآة الاسلام اسلام کے گذشتہ زمانہ کی روز افزون ترقیونکا آئینہ حیرت ہے اور موجودہ خزان دیدہ بہار کا مرقع عبرت۔ تاریخ کی تاریخ ہے اور اپنے حیرت مجسم خیالات کا البم۔ قیمت ۴؍

المشتہر نیاز مند منیجر اخبار وکیل امرتسر (پنجاب)